ماہوار رسالہ: انجمن حمایت اسلام لاہور کا ایک ماہوار رسالہ مدت سے جاری تھا اسمین عموماً انجمن کا حساب آمد و خرچ، اور بعض در معمولی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے، اب نئے سال سے اس رسالہ کو کارآمد بنانے کا خیال پیدا ہوا ہے، چنانچہ جنوری اور فروری نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہین جنمین ملاحدۂ عجم، سیاسی انقلابات کا اثر ادبیاتِ ایران پر، اچھے مضامین ہین، انجمن کے کارکن حسن سیرت کے ساتھ اگر حسن صورت کی طرف بھی متوجہ ہون تو شاید بُرا نہو،

مجموعۂ مضامین: انجمن اسلامیہ حیدرآباد دکن نے اپنے ممبرون کے چند مضامین جو سیرت نبوی، ضرورتِ بعثت، تجرد و ازدواج وغیرہ پر تھے، ایک مجموعہ کی شکل مین طبع کرائے ہین، قیمت ۸ر پتہ: معتمد انجمن اسلامیہ بیت المعذورین ڈھول پیٹھ حیدرآباد دکن،

ٹیچر: اسم بامسمیٰ رسالہ ہے، یعنی یہ انگریزون کے مشرقی زبانون کے پڑھانے والے معلمین جنکو عموماً منشی کہتے ہین کا مرکزی ارگن ہے، اسمین اس جماعت کے مصالح و فواید پر مضامین ہوتے ہین اور انگریزی سے اُردو اور اردو سے انگریزی مین ترجمہ کرنے کی مشق کے ساتھ ساتھ منشی صاحبان کے لئے ان کے پیشہ کے متعلق مفید ہدایات و معلومات بہم پہنچاتا ہے، محمد اکبر خان صاحب حیدری اسکے ایڈیٹر ہین، اور دہلی سے شایع ہوتا ہے، قیمت

نقاش: بدایون سے جناب یوسف عزیز صاحب کی ادارت مین ایک ادبی رسالہ جاری ہوا ہے، لکھائی چھپائی اچھی ہے، مضامین بھی خاصے ہین، غزلیات کا حصہ بھی کافی ہے، قیمت سالانہ چار روپیہ،

جلد نہم | ماہ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۲۲ء | عدد پنجم

مضامین

شذرات

دار المصنفین کی خوش قسمتیون اور سعادتون مین سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اُسکے وجود کی ضرورت اور اُسکے کامون کی اہمیت ملک کے سب سے بڑے فرمانروا کے ذہن نشین کردی ہے، ہز اگزالٹیڈ ہائنس حضور نظام خلد اللہ تعالی ملکہ کو دار المصنفین کی طرف ایک خاص توجہ ہے وہ دار المصنفین کی اکثر تصنیفات ملاحظہ فرمایا کرتے ہین، وہ جانتے ہین کہ ملک و ملت کی حقیقی زندگی کے لئے اس قسم کی درسگاہون اور کارگاہون کی کتنی ضرورت ہے، دار المصنفین کے آغاز وجود سے اُسکو تین سو ماہوار کا وظیفہ سرکار نظام سے ملتا ہے، درمیان مین مزید قدردانی سے اسکو دو برس کے لئے پانچ سو ماہوار تک پہنچا دیا گیا انقضاے مدت کے بعد مزید رقم بند ہوگئی اب حضور نے ہماری تحریک کے بغیر از خود دو سو کی یہ مزید رقم دو برس کے لئے اور منظور فرمائی ہے۔

ہماری بزم دوشین کی آخری شمع حیدر آباد دکن مین نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے قالب مین روشن ہے، نواب صاحب ممدوح کو با این ہمہ کبرسنی، ضعف البصارت اور امراض پیری علم و فن کی خدمتگذاری کا جو شوق و ذوق ہے، وہ ابتک جوان سال اور تازہ ہے آپ نے دار المصنفین کی ضرورت کو اسوقت محسوس کیا جبکہ دار المصنفین کی بنیاد کی ایک اینٹ بھی

زمین پر نہین رکھی گئی تھی اور اسوقت سے اسوقت ابتک برابر مالی اور علمی ہر قسم کی اعانت سے وہ ہماری وصلہ افزائی فرماتے رہے ہین، اپنے ایک آخری والانامہ مورخہ ۳- رمضان المبارک ۴۲ھ مین ارقام فرماتے ہین،

> آپ کے دار المصنفین کو کسی سند کی ضرورت نہین ..... دار المصنفین ایسا کام انجام دے رہا ہے جو آج تک ہندوستان مین کبھی شروع تک نہین ہوا، خود معارف اس کا بین ثبوت ہے،

طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق
تحسین کنند او خجل از پاے زشت خویش

اس سلسلہ مین ہمکو ایک بات اور یاد آگئی، نومبر ۲۱ء کے معارف مین رسائل عماد الملک پر ایک تبصرہ شائع ہوا تھا، اسکے ضمن مین نواب صاحب کے متعلق تمہیداً چند واقعات بھی لکھے گئے تھے، موصوف نے اپنے شرفنامہ مورخہ ۱۵- دسمبر ۲۱ء مین انکی تصحیح فرمائی تھی جو افسوس کہ بروقت شائع نہ ہوسکی، آپکا "مضمون وضع مصطلحات اردو" ۱۸۷۰-۷۱ء کے لکھنؤ ٹائمس مین بدفعات شائع ہوا تھا اور مکمل ہونے کے بعد اسکو علحدہ رسالہ کی صورت مین چھپوایا گیا، معارف مین تھا کہ "یہ مضمون آج سے ۱۶، ۱۷ برس پہلے لکھا گیا تھا" حالانکہ یہ آج سے پچاس برس پہلے لکھا گیا تھا، اسیطرح معارف مین تھا کہ "اٹھارہ بیس سال مین انٹرنس سے لیکر بی، اے تک تعلیم حاصل کی" نواب صاحب لکھتے ہین کہ "عربی کے بعد مین نے انگریزی تعلیم چودہوین برس شروع کرکے کل آٹھ سال مین بی، اے تک ختم کردی تھی اور اسطرح ۲۲ سال مین اپنی تعلیم سے فراغت حاصل کرچکا تھا" اب آج ممدوح کی عمر (۸۰) برس ہے، تاہم ذوق علم کا وہی حال ہی، ۳ رمضان ۴۲ھ کے والانامہ مین کتاب العمدہ فی الجراحات کی ہم سے فرمائش کرتے ہوے بحسرت ارقام فرماتے ہین،

"میری حالت بہت زار ہے، آنکھون مین بصارت ضعیف ہے، اور پاؤن کے درد کے مارے چل پھر نہین سکتا، کتاب بینی برائے نام رہ گئی ہے، سن کا مقتضا بھی یہی ہے، میراسن اب اسی برس کا ہے، ع دانم کہ چند رفت وندانم کہ چند ماند"

وہ لوگ جو اتبک ہر چیز کے جواب مین "آیات محکمات" کی طرح "سر سید کی پالیسی" سر سید کی پالیسی" چلاتے رہتے ہین وہ یا تو سر سید کو غلط سمجھتے ہین یا خود اپنے آپکو دہوکا دیتے ہین، یا قوم و ملک کو، ہماری جماعت مین بفضل خدا اب بھی ایک بزرگ ایسا موجود ہے جو سر سید کی تمام جد وجہد مین انکا دست وبازو تہا اور جس سے سر سید کے آرار وافکار کا کوئی راز پوشیدہ نہ تہا، یعنی نواب عماد الملک! معارف نے اپنے تبصرہ مین نواب صاحب کے اس طویل خط کا ذکر کیا تہا جو ممدوح نے سر سید کے نام انکی سیاسی روش کی تائید مین لکہا تہا، اس تبصرہ مین موجودہ حیرت انگیز انقلاب کیطرف بہی اشارہ کیا گیا تہا، نواب صاحب اسکے متعلق فرماتے ہین،

"خط موسومہ سر سید مرحوم کے متعلق آپ نے جو کچھ لکہا ہے اسکے متعلق مین صرف یہ کہونگا کہ اگر آج سر سید مرحوم زندہ ہوتے تو آپ خود انکے خیالات مین بھی عبرت انگیز انقلاب پاتے"

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ،

دار المصنفین نے امام ابو مسلم اصفہانی کی گم شدہ تفسیر کے جو اقتباسات امام رازی کی تفسیر سے یکجا کرائے تھے، اور ایک مدت سے وہ ٹائپ مین زیر طبع تھے، وہ اب چھپکر شائع ہو گئے، ۸۰ صفحات مین یہ اقتباسات ختم ہوئے ہین، سورون کی ترتیب پر انکی ترتیب ہے اہل علم عربی دان اصحاب اور علما سے امید ہے کہ اسکی قدر فرمائین گے، اگر یہ کام یورپ مین

ہوا ہوتا تو اسکی قدر شناسی کا اندازہ ہو سکتا تہا، قیمت ۶ر

افسوس ہے کہ قوم کے کارکن طبقہ نے موالات کی پاداش مین مسلم یونیورسٹی کی طرف سے قطع نظر کر لی ہے، اور اسکو کالعدم تصور کر لیا ہے، لیکن ہمارے تصور سے وہ کالعدم تو ہو نہین سکتی، ہان یہ البتہ ہوا ہے کہ مسلمانون کے چہل سالہ جد وجہد کا حاصل چند قوم و مذہب سے بے نیاز ہاتہون مین ہے، وہ اس سرمایہ کو جسطرح چاہتے ہین تلف کر رہے ہین، ہمکو تو یہ نظر آتا ہے کہ تعلیمی حیثیت سے وہ اعلیٰ مسلمان سرکاری عہدہ دارون کے لڑکون کا ایک تفرجگاہ اور انتظامی حیثیت سے چند مستبد ہستیون کی ذاتی جائداد بنجائیگی، اس نظارہ پر تارکین موالات کے ساتھ موالاتیون کو بھی اشک حسرت بہانا چاہیئے، اس جماعت مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان سے ہم بجا توقع رکھتے ہین کہ وہ سر سید و محسن الملک و وقار الملک کی اس متروکہ جائداد کی نہین تو کم از کم وہ اپنی ہی زندگی کے اس بہترین کارنامہ کی بقا و حفاظت کا فرض انجام دین، ہماری مخلصانہ صلاح ہے کہ صاحبزادہ صاحب قوم سے بہت روٹھ چکے، دیس چھوڑ کر سالہا سال کے لئے بدیس نکل گئے، اور بن باس رہے، اب انکو دیس آنا چاہیئے، اور اجودھیا کی اس گدی کو سنبھالنا چاہیئے، آخر یہ راون شاہی کب تک قائم رہیگی؟

ایک صاحب نے شکایت کی کہ تارکین موالات کا یہ گناہ کبھی نہین بخشا جا سکتا کہ انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑ ڈالا، مین نے کہا کہ مین آپکو وہ جواب دینا چاہتا ہون جو کسی اور نے نہین دیا ہوگا، انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑنا تو چاہا مگر وہ ٹوٹ کیون گئی؟ انھون نے تو ہندو یونیورسٹی کو بھی توڑنا چاہا مگر وہ ٹوٹ نہ سکی، کیونکہ وہان ایک مالوی موجود تہا، اگر کوئی مالوی آپکے

ہان بھی ہوتا تو وہ نہ ٹوٹتی، افسوس ہے کہ جہان ہم سچے "مومن" نہین، وہان "صحیح مشرک" بھی نہین،

ع یک کرشایستہ زنار نیست، کیا اسوقت ایک بھی ایسا کوئی عہدہ دار اعلیٰ یونیورسٹی مین موجود ہے

جس نے قوم کو اپنی گرانبہا خدمات سے زیر بار کیا ہو اور قوم کے اعتبار کو حاصل کیا ہو، طلبہ کے اندر

اس نے علمی، اخلاقی، یا کسی اور حیثیت سے اپنا اعتماد اور اثر پیدا کیا ہو، اور جب یہ حال نہین ہے

تو موالات ہو یا ترک موالات قوم اور طلبہ کو انکی کسی راے اور تجویز پر اعتبار اور اعتماد کیونکر آے،

گر گلہ ہے "ایک کا" تو نوحہ ساری قوم کا

امریکہ سے چند دلچسپ خبرین موصول ہوئی ہین، مثلاً یہ کہ ۲۱ سنہ مین وہان چھہ ناول نویس

ایسے موجود تھے، جنکے ہر ناول کی اشاعت ایک ایک لاکھہ سے زاید ہوئی! مس ڈل کا ایک

ناول اس سے بھی زاید تعداد مین شایع ہوا، مس ہال کا ایک ناول" دی شیخ" اسقدر مقبول

ہوا کہ ایک سال کے اندر ستر بار طبع ہوا، اور ہر مرتبہ ہاتھون ہاتھہ نکل گیا، مسٹر ہچنسن کا ایک ناول

تین لاکھہ سے زاید تعداد مین فروخت ہوا!

ہندوستان، خصوصاً ہندوستانی زبان (اُردو) کے مصنفین وصاحبان مطالع ان

"ہوش ربا" داستانون کی صحت وعدم صحت کی بابت کیا راے رکھتے ہین؟

ماہ گذشتہ کے سنجیدہ ولایتی اخبارات ایک سبق آموز مقدمہ کی روداد سے لبریز ہین جسکا

خلاصہ یہ ہے، مسٹر جونس، لندن یونیورسٹی کالج مین کیمسٹری کے لکچرر تھے، مارچ ۲۰ سنہ مین کالج

مین جلسۂ رقص ہوا، (اور یہ معلوم ہے کہ انگریزی رقص مین مرد وعورت شریک ہوکر تقریباً نیم برہنگی

کی حالت مین ناچتے ہین) جلسہ کے بعد پروفیسر موصوف ایک نوجوان طالبہ علم مس براؤن کو جنکا سن

اٹھارہ سال کا تھا، لیکر ایک تاریک کمرہ مین گئے، اور وہان ان صاحبزادی صاحبہ کا بوسہ لےلیا،

حکام یونیورسٹی کو اسکی اطلاع ہوئی، اُنھون نے اس جرم مین پروفیسر صاحب کو ملازمت سے

برطرف کردیا، اسقدر خفیف جرم پر اتنی سنگین سزا کا خیال بھی اس ماہر کیمیائیات کو نہ تھا،

اُنھون نے عدالت مین لندن یونیورسٹی پر ہرجہ کا دعویٰ دایر کردیا کہ انہین بلاوجہ ملازمت سے

ہٹادیا گیا، دو برس کے بعد عدالت نے فیصلہ صادر فرمایا، مدعی کا دعوی خارج کردیا، تاہم تجویز

مقدمہ مین یہ الفاظ تحریر فرمادیئے ہین، کہ

"یہ امر بہت ہی افسوسناک ہوگا، اگر آیندہ اتنی سی بات پر یونیورسٹی کے نوجوان

اساتذہ کو برطرف کیا جانے لگیگا کہ اُنھون نے اوقات تعلیم سے خارج کسی نوجوان لڑکی کا جو

ان کے مدرسہ کی طالبعلم یا خود انہین کی شاگرد ہو، بوسہ لے لیا ہے"۔

گویا عدالت کے نزدیک اصلاً یہ فعل مطلق قابل اعتراض نہین، جونس صاحب کی برطرفی

جو جائز قرار پائی، وہ یونیورسٹی کے مصالح انتظامی کی بنا پر نہ کہ نفس واقعہ کے مذموم ہونے کی بنا پر،

ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ نے اس مقدمہ پر ایک مقالۂ افتتاحی تحریر کیا ہے، اس نے بھی بعینہ یہی

پہلو اختیار کیا ہے، لکھتا ہے کہ نفس جرم تو کچھ بھی نہ تھا۔ مدعی کی نیت بالکل بُری نہ تھی، البتہ اس نے

اپنی افسرانہ حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا، جس سے عوام مین یونیورسٹی کی جانب سے بدگمانی

پھیلنے کا اندیشہ تھا، اور اسلئے اسکی برطرفی بجا ہوئی"۔ مغرب کی ترقی یافتہ راے عامہ کا صحیح عکس

دیکھنے کے لئے جج صاحب کے فیصلہ اور ٹائمز کے آرٹیکل سے بہتر آئینہ اور کون ہوسکتا ہے،

جسم تمدن کا رئیس الاعضا لندن ہے، جسکے حسن اخلاقی کا نظارہ ابھی ناظرین نے دیکھا، اسی

وجائداد تسکین بخشتی ہے، نہ علم و مذہب! مشرق کو قلب کی تسکین اور روح کی طمانیت، تسلیم و رضا، صبر و قناعت اور ایمان و یقین سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ وہ جنس ہے جو مغرب کی بڑی بڑی تجارتگاہون، عالی شان کارخانون اور معمور دکانون مین نہین ملتی! مشرق کے غیر مامون سے غیر مامون ملک کو لے لو اور ہم کو نشان دو کہ کس ملک کے ڈاکوؤن اور چورون نے ایک لاکھ بیس ہزار جانین ایک سال مین برباد کی ہین، چین مین سو پچاس آدمیون کو ابھی ڈاکوؤن نے لوٹ لیا اور چند کو مار ڈالا اس پر یورپین اخبار دن مین تلاطم برپا ہے، لیکن سوا لاکھ مقتولین کے لیے آنسو کا ایک قطرہ بھی تم نے بہتے دیکھا! فیا للعجب

هم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

جناب معظم علی اور مولنا آزاد سبحانی صاحب کی طرف سے، اخبارات مین شردھانند جی کی ملاقات اور اسلام اور آریہ سماج مین مصالحت کی جو گفتگو شائع ہو رہی ہے، ہم اوس کے متعلق اپنی عادت کے خلاف اپنی ناراضی کو نہین چھپا سکتے، یہ کیا ذلیل خوشامد ہے جو آج اسلام کی طرف سے اوس کے بہادر فرزند اوس کے حریف کی اسلئے کر رہے ہین کہ وہ اوس کے قتل سے باز رہے، شردھانند جی مسلمانون کی غفلت مین اپنی کوششون کا جو فائدہ اچانک اُٹھا سکتے تھے اُٹھا چکے، اب لامحالہ اون کو سپر ڈالنا ہے کہ آیندہ زمین اون کے لیئے ہموار نہین، ایسی حالت مین اون سے چند مسلمانون کا جا کر منت سماجت کرنا اسلام کی غایت درجہ توہین ہے، اور اہانت آمیز قبول احسان ہے، مسلمانون کو تو اوس وقت تک دم نہین لینا ہے جب تک وہ اپنے تمام کھوئے ہوئے بھائیون کو نہ پالین، اس وقت ممکن ہے کہ شردھانند جی مسلمانون پر احسان دھرتے ہوئے اپنے خطرناک کھیل سے باز آجائین، لیکن دیکھنا کہ چند ہی سال کے بعد

مسلمانون کو اس ہنگامی مصالحت کی خبر سے غافل دیکھکر وہ نئی زمین درست کر کے اپنا دوبارہ حملہ ضرور شروع کرینگے، آخر مین سوامی جی کو تسکین دینا ہے کہ گو ہندوستان کے محدود جغرافی حصہ مین وہ چند اعداد کی کامیابی حاصل کر لین مگر سال کے آخر مین جب وہ پورے حدود ہند مین اپنی میزان بیٹھائین گے، کہ امسال کیا اونھون نے کھویا، اور کیا پایا، تو اوس وقت اون کا گھاٹا اونکے منافع سے زیادہ ہوگا، اور مجموعی طور سے ہندؤن کی آبادی مین کوئی زیادتی نظر نہ آئیگی،

فتنۂ ارتداد کے سلسلہ مین یہ تاریخی حقیقت بے نقاب ہونی چاہیے کہ ہندوستان مین بہادر نومسلم راجپوت اورنگ زیب عالمگیر کی خونی تلوار کے زخم خوردہ نہین، بلکہ اکبر جہانگیر اور شاہجہان کے لطف و کرم اور اسلام کی سادگی، مساوات اور اخوتِ عامہ کی تلوار کے گھائل ہین اورنگ زیب کی تلوار کو ٹوٹے ہوئے دو ڈھائی سو برس گذر چکے مگر اب بھی وہ کون سی تلوار ہے جو آج بھی ہندوستان کی نامسلم آبادی کو زخمی اور مجروح کر رہی ہے، کیا آریہ مبلغین کو اب بھی ہندوستان مین اورنگ زیب کی تلوار بے نیام چمکتی نظر آتی ہے، اگر آتی ہے تو یہ خاکِ دولت آباد کے مدفون لاشہ کی سب سے بڑی کرامت ہے،

مقالات

علماے روس

دعوی تو ہمارا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب مین اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اِنَّمَا المُؤمِنُونَ اِخوَۃٌ کی زنجیر سے تمام مسلمانون کو باہم وابستہ کر دیا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کے علما، مین باہم کوئی سلسلہ تعارف نہین، ٹرکی کی ایک ایک خبر پر ہم جان دیتے ہین، اور وہان کے صدہا سپہ سالارون اور وزیرون کے نام ہمکو یاد ہین، مگر پوچھا جائے کہ وہان کے علماے کبار مین سے کسی ایک کا نام لیجیئے تو سوا سکوت کے کوئی جواب نہوگا، روس وہ ملک ہے جہان تین کرور سے زیادہ مسلمان آباد ہین، مگر وہان کے کسی ایک عالم و مصلح کے نام سے ہم واقف ہین، علماے بخاری، علماے ہند سے ناآشنا ہین، اور علماے ہند علماے روم سے ناواقف، اور علماے روم کو مراکش و تونس کے عالمون سے آگاہی نہین،

اس بے تعلقی اور ناآشنائی کا یہ اثر ہے کہ ان ملکون کے عام مسلمانون مین کوئی تعلق اور رشتہ باقی نہین، عیسائیون کو دیکھیے کہ جہان انکی سلطنتین مجلس اقوام کی بنیاد ڈالتی ہین، ان کے علما اور رہبان عالمگیر عیسائی کانفرنس قائم کرتے ہین، انکی مجلس اقوام مین اگر اسلامی ملکون کی سیاسی تقسیم و تجزی پر گفتگو ہوتی ہے، تو انکی عالمگیر مذہبی کانفرنس مین ایک ایک اسلامی ملک کو عیسائی بنانے کے لئے مختلف دائرون اور حلقون مین انکی تقسیم ہوتی ہے،

یورپ کی یہ جنگ عظیم صرف دنیا کی ایک لڑائی نہ تھی بلکہ درحقیقت یہ دنیا کے انقلاب کی

تمہید تھی، یہ مشرق و مغرب کی پستی و بلندی کی حد اخیر تھی، جو لوگ کہ آثار کو دیکھکر موسم کے انقلاب کا پتہ لگا لیتے ہین، وہ اس شرقی و مغربی انقلاب موسم کا پتہ بھی یقیناً لگا لین گے، اس انقلاب کا ایک عظیم الشان نتیجہ یہ ہے کہ چند سال سے ممالک اسلامی ایک دوسرے سے قریب ہو رہے ہین، ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑے جا رہے ہین، تعارف اور تعلق کے وسایل پیدا ہو رہے ہین، ایک دوسرے کی نصرت و اعانت کا خیال ترقی کر رہا ہے، ہر ملک کے جدید تعلیم یافتہ اور مصلحین زمانہ ایک دوسرے سے واقف ہو رہے ہین، اگر کسیقدر تغافل ہے تو وہ علما کے طبقہ مین ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ عربی اخبارات کے مطالعہ کا انکو شوق نہین اور سیر و سیاحت کی ان مین استطاعت نہین، تاہم ہمین مایوسی نہین، اور ہماری نگاہون کے سامنے وہ زمانہ ہے جب دنیاے اسلام کے علما ایک جمعیت متحدہ مین نشست کرینگے، اور امت مرحومہ کی صلاح و فلاح کے مسائل مین غور و فکر کرینگے۔

آج اسی تقریب سے ہم علماے روس کی روحانی مجلس جما کر بیٹھے ہین کہ ہندوستان کے علما اور عام مسلمان انکے نامون اور حالات سے روشناس ہون،

ملک روس کا کوئی اسلامی شہر ایسا نہین ہے، جہان علما، ائمہ، مدرسین نہون اور انکے زیر سایہ مدارس اور مکاتب نہون، ذیل مین ہم روس کے خاص اسلامی ملکون کی آبادیون اور انکے علما، اور مساجد و مدارس کا نقشہ درج کرتے ہین، جس سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوگی،

صوبون کے نام	ائمہ اور مدرسین کی تعداد	مساجد کی تعداد	عام مسلمانون کی تعداد
قزان	۲۳۶۰	۱۰۶۹	۶۲۱۲۴۶
اوفا	۱۹۱	۱۵۸	۱۲۸۵۴۶
اورنبرگ	۹۷۶	۵۲۹	۳۶۳۷۳۱

اوفا	۲۲۸۰	۱۵۲۱	۱۰۸۱۷۵۵
صمارہ	۴۲۰	۳۰۱	۲۲۳۵۸۵
سمبر	۲۴۳	۱۷۷	۱۲۰۱۳۰
سراطائو	۱۷۵	۱۵۲	۸۱۸۱۸
پینزا	۱۱۹	۱۰۵	۵۳۳۸۹
طمبوف	۳۸	۲۸	۱۴۹۳۹۱
اوراسکی	۱۸	۱۴	۱۸۲۹۳
حاجی طرخان	۱۴۶	۱۳۸	۱۰۴۳۷۲
بیرمی	۳۰۳	۲۰۸	۱۳۸۷۷۷
طوپل	۱۳۶	۷۲	۵۸۴۹۵
سیمی پولاط	۱۵	۱۴	۵۱۹۹۹۳
نیژنی نواگراد	۸۵	۶۴	۵۵۹۱۴
طوسکی	۲۹	۲۸	۳۰۲۰۸
رزان	۱۴	۱۰	۶۷۶۶
موسکو	۲	۱	۳۳۲۵
پطربرگ	۴	۳	۲۲۰۰
ابرکوتسکی	۳	۲	۲۴۶۷
آقمولا	۱۴	۱۱	۸۲۷۴
بنسی	۲	۱	۲۷۵۷

کاستراما	۱	۱	۳۶۵
یکانزبنسلاف	۱	۱	۳۵۱
راضوف	۲	۱	۳۱۰
اوڈیسہ	۱	۱	معلوم نہین
کرونشتاد	۱	۱	//
وارسا	۱	۱	//
خارکوف	۱	۱	//
میزان	۷۵۸۲	۴۶۱۱	۳۸۸۴۶۲۵

اس نقشہ سے یہ معلوم ہوگا کہ تقریباً چالیس لاکھہ مسلمانون کے درمیان ۷۵۸۲ علماء و مدرسین، ۴۶۱۱ مساجد اور تقریباً ۱۰۶۹ مدرسے کم نہین ہین، یہ نقشہ کیقدر پرانا ہے، اور امید ہے کہ اس تعداد مین سال بسال اضافہ ہی ہوا ہوگا،

علماے روس کی سب سے بڑی تعریف جسکے لئے وہ تمام دنیاے اسلام کی طرف سے فرد شکریہ کے مستحق ہین یہ ہے کہ انھون نے روسی شنزیون کے مظالم کو صدہا سال تک نہایت تحمل، استقلال اور ثبات قدمی سے برداشت کیا، اور روسی حکومت کی بربریت اور روسی پادریون کے جوش اشاعت دین کے صدمون سے اسلام کو ہر طرح باقی اور قائم اور محفوظ رکھا، یہانتک کہ ستمگرون اور جفاکارون کو اپنے ناشایستہ افعال سے توبہ کرنا پڑی، ایسی حالت مین جبکہ اس مظلوم ملک مین مسجدون کی تعمیر تک کی اجازت نہ تھی، غیر روسی زبان مین تعلیم نہین ہوسکتی تھی، علماء کے لئے وعظ و پند کی رخصت نہ تھی، جس گاؤن اور آبادی مین شنزیون کا حملہ ہوتا اُسکو بچانے کی اجازت نہ تھی، اس ملک مین اسلام کا قائم رہنا اور اُسکا سرسبز و شاداب ہونا اور ترقی کرنا انہین بزرگون کے فیض و برکات ہین،

روسی صوبون مین ہر عالم کو افتا کا حق نہ تہا بلکہ اُسکے لئے حکومت کی طرف سے انکو اجازت کی سند حاصل کرنا پڑتی تھی، اور وہی مذہبی مقدمات کو فیصل کرتے تھے، اسکے بعد اوفا مین ایک اسلامی محکمہ شرعیہ قائم ہوا جسکے ماتحت تمام روسی صوبون کے اسلامی صیغے، اوقاف، مدارس، مساجد، اور علما وغیرہ کردیئے گئے، زار کے زمانہ مین یہی انتظام تہا، معلوم نہین اب کیا نظام ہے اس محکمہ مین ایک رئیس القضاۃ اور متعدد قاضی مقرر ہوتے تھے، مفتی محمد جان سب سے پہلے رئیس القضاۃ ہین، اُسکے دوسرے ممبر قاضی آغا شیخ محمد داغستانی ہین،

روسی مسلمانون کا کعبۂ تعلیم اور قبلۂ مراد بخارا ہے، روس کے بڑے بڑے علماء ہی لوگ ہوتے ہین جو بخارا سے تعلیم حاصل کرکے آتے ہین، گویا بخارا کے مدارس، مصر کے جامع ازہر یا افریقہ کے جامع زیتون کی حیثیت رکھتے ہین، بخارا کے بعد انکی قدیم تعلیم کا مرکز کابل ہے، جہان اکثر روس کے علاقہ سے مسلمان طلبہ آتے رہتے ہین، اُسکے بعد اگر وہ کسی طرف کا رخ کرتے ہین تو وہ داغستان، مصر اور حرمین ہین، روس کے خال خال طالبعلم ہندوستان بھی آجاتے ہین، لیکن انکی جدید تعلیم کا مرکز قسطنطنیہ ہے، جہان بکثرت روسی مسلمان طالبعلم ہر سال جایا کرتے ہین، خود روسی یونیورسٹیون مین بھی انکی خاصی تعداد شامل رہتی ہے،

تصوف کے سلسلون مین سے مجددیہ سلسلہ بھی علماے روس مین بیحد مقبول ہوا ہے، یہ سلسلہ جیسا کہ اہل ہند کو معلوم ہے، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف منسوب ہے، یہ جہانگیر و شاہجہان کے زمانہ مین ہندوستان مین تھے، انھون نے اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی ہے، یہ سلسلہ علماے روس مین مختلف ذریعون سے پہنچا ہے، زیادہ تر شیخ نیاز علی ترکمانی بخاری کے ذریعہ سے، دوسرے شیخ فیض خان کابلی کے ذریعہ سے، شیخ فیض خان کے والد کا نام خضر خان تہا، ۱۲۱۷ھ مین انھون نے وفات پائی، خواجہ حسن

کابلی سے فیض پایا تہا، اور وہ خواجہ صبغۃ اللہ کابلی کے مرید تھے، اور خواجہ صبغۃ اللہ خواجہ محمد معصوم خلف الرشید حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ تھے، تیسرا سلسلہ وہان شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی کے ذریعہ سے پہیلا ہے، بعض روسی علماء نے حرمین مین ان سے یہ فیض حاصل کیا، اور واپس جاکر اپنے ملک مین اسکی اشاعت کی، ایک اور سلسلہ یہ ہے کہ خواجہ معصوم کے ایک اور مرید شیخ حبیب اللہ بخاری تھے، جو ایشان و املا کے نام سے زیادہ مشہور ہین، بخارا مین اُنکے ذریعہ سے یہ فیض پہیلا،

عقیدۂ سلف اور طریقۂ اہل حدیث کا شیوع بھی روسی مسلمانون مین ہوا، سب سے پہلے عالم جنھون نے اس تبلیغ کا فرض انجام دیا، وہ شیخ ابوالنصر عبدالنصیر بن ابراہیم توصاری ہین، توصار، ولایت قازان مین ایک گاؤن کا نام ہے، یہین وہ ۱۱۹۰ھ مین پیدا ہوئے تھے، بخارا جاکر علم کی تحصیل کی، اور یہین شیخ نیاز علی ترکمانی سے سلسلۂ مجددیہ مین بیعت ہوئے، تکمیل کے بعد جب اپنے وطن واپس آئے تو لوگون نے انکی بڑی عزت و تعظیم کی، اور وہان انکو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، لیکن باوجود اس عام مقبولیت کے اظہار حق مین کوئی شے انکو مانع نہ آئی، اور انھون نے تقلید جامد کے خلاف اپنا جہاد شروع کردیا، بدعات کی بیخ کنی اور طریقۂ سلف کی تبلیغ مین بڑی کوششین کین، جسطرح دنیا مین دوسری تحریکون کا حال ہوتا ہے وہی یہان بھی ہوا، کچھ لوگون نے انکی دعوت کو قبول کیا، دوسرون نے انکو بدعقیدہ اور بدمذہب قرار دیا، شیخ نے ان الزامات کی تردید مین "الارشاد للعباد" تصنیف کی، اسکے علاوہ طریقۂ سلف پر عقاید نسفیہ کی شرح لکھی، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح عقاید کی تشریح اور ثبوت مین کتاب اللوائح نام ایک کتاب لکھی، ۱۲۲۳ھ مین انھون نے بخارا کا دوسرا سفر کیا تو دشمنون نے بخارا مین اُنکے خلاف ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا، امیر بخارا کے دربار مین الحاد کے جرم مین انکے

قتل کی سازشین ہوئین، بالآخر معاملہ بخارا سے اُنکے اخراج پر ختم ہوگیا، وہ بخارا سے نکل کر خوارزم اور حاجی طرخان ہوتے ہوئے اور ہر جگہ نشر سنت کا فرض انجام دیتے ہوئے وطن واپس آئے، اور یہان آکر چند اور نئی کتابین شلاً شرح مختصر المنار، کتاب النصائح، رسالۃ الصفات وغیرہ لکھین، ۱۲۴۷ھ سنہ مین حج کے ارادہ سے قسطنطنیہ آئے تھے، یہین وفات پائی، انکی کتاب ارشاد ۱۳۲۱ھ سنہ مین قازان مین طبع ہوئی ہے،

اس عہد کے ایک دوسرے عالم شیخ ابراہیم آفندی بن خوجاش قازانی ہین، ابتدائی تعلیم وطن مین حاصل کرکے علوم کی تکمیل کے لئے داغستان کا سفر کیا، وہان شیخ علی آفندی شروانی کی مجلس درس مین شریک ہوئے، دس برس کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی، شیخ موصوف کو اصول فقہ، حدیث وتفسیر وغیرہ سب کا درس دیا کرتے تھے، مگر فن تفسیر مین انکو خاص ذوق حاصل تہا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر مین نہایت سخت تھے، شیرین بیان اور فصیح اللسان تھے ان ملکون مین شیخ کے پند ونصیحت اور تبلیغ وارشاد کا بڑا اثر ہوا، بہت سی بدعتون کا قلع و قمع ہوا، طریقہ معاشرت، اور اکل وشرب ولباس مین اسلام کے خلاف جو باتین رائج تہین، ان مین اصلاح ہوئی، ۱۲۸۱ھ سنہ مین قازان مین وفات پائی،

ملا دولت باقی یہ اورنبرگ کے ایک گاؤن کے رہنے والے تھے، پہلے روسی فوج مین سپاہی تھے، پھر خدا جانے کیا توفیق شامل حال ہوئی کہ بخارا چلے گئے، اور وہان جاکر تعلیم حاصل کی علم ہیئت اور فلکیات کے بڑے ماہر تھے، اور اس فن سے انکو کامل ذوق تہا، بہت سے آلات فلکی خود انکی ملکیت تھے، سائبیریا کے طوبل نامی ایک ولایت مین امام ومدرس تھے، ۱۲۵۶ھ سنہ کے بعد وفات پائی، انکی وفات کے بعد اُنکے تمام آلات فلکیہ طوبل کے عجائب خانہ مین رکھے ہین، ملا دستقل ایک اور بزرگ تھے جو بوغوصلان کے رہنے والے تھے، اُنکو قلمی

کتابون کا بہت شوق تہا،

شیخ نعمت اللہ الیستر لی باشی، نقشبندی مجددی، یہ صوبہ اوفا کے گاؤن الیسترلی باشی کے رہنے والے تھے، ظاہری وباطنی دونون علوم مین کامل تھے، بخارا آکر دونون تعلیمین حاصل کی تہین، عقاید مین سلف صالحین کے پیرو تھے، متکلمین اور فلاسفہ سے سخت بیزاری ظاہر کرتے تھے، فراغت اور تکمیل کے بعد اپنے گاؤن الیسترلی باشی واپس آئے، بڑی مقبولیت ہوئی، طلبہ، مستفیدین اور مریدین کا بڑا ہجوم ہوا، بڑے بڑے مدرسے بنوائے اور بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیئے، ۱۲۶۰ھ سنہ مین وفات پائی،

شیخ سعید بن نور محمد، یہ قصبہ اورسکی کے ایک گاؤن مین امامت اور درس وتدریس کرتے تھے، ان کے صاحبزادہ ملا عبد اللہ اخوند شاہ مظہر صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے، شاہ صاحب ترک وطن کرکے مدینہ مین مقیم ہوگئے تھے،

ہر ملک کے علما مین کوئی نہ کوئی مسئلہ مابہ النزاع بنجاتا ہی، روس کے اسلامی صوبون مین ایک زمانہ مین رات صرف تین چار گہنٹون کی رہ جاتی ہے، یعنی ادہر شفق غائب ہوئی اور ادہر سپیدۂ صبح کا ظہور ہوا، ایسی حالت مین ان مقامات مین عشا کی نماز کی فرضیت قائم رہیگی یا ساقط ہوجائیگی، یہ مسئلہ یہان کے علما کے درمیان بڑا معرکۃ الآرا سمجھا جاتا ہے، اور سیکڑون رسائل دونون طرف سے نفی واثبات مین لکھے گئے ہین،

اب اُن چند علماے روس کا تذکرہ جاتا ہے جنھون نے موجودہ ضروریات کو سمجھکر ملک وملت اور علم وفن مین اصلاح کی کوششین کین اور خدا نے انکی کوششون کو بارآور کیا، ان مین سب سے پہلا نام اخوند خیر اللہ بن عثمان کا لینا ہے، یہ اوفا کے رہنے والے تھے تعلیم روس ہی کے مدارس مین حاصل کی، استرلی طمن اوفا مین ایک مقام ہے، یہین کے مدرسہ مین

ابتدائی تعلیم انھون نے حاصل کی تھی، فراغت کے بعد اسی مدرسہ مین درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا دس برس تک انھون نے اس فرض کو انجام دیا، مدرسہ کا اہتمام وانتظام اس خوبی سے کیا کہ وہ جدید طرز کے مطابق بہترین مدرسہ ہوگیا، جب اُن کے جوہر کھلے تو حکومت اور عام مسلمان دونون نے انکی قدر کی وہ اوفا کے اخوند[۱] (رئیس العلما) مقرر ہوئے، اُسکے بعد اُن کے کارنامون نے مزید وسعت حاصل کرنے کا موقع پایا، اوفا کے جدید طرز پر بہت سے مدارس کھلوائے، نصاب تعلیم کی اصلاح کی، جدید ضروریات اور حالات کے مطابق بہت سی کتابین خود لکھکر داخل درس کین، اور اس باب مین بہت سی کوششین اُنسے معرض ظہور مین آئین، اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت سے روشنخیال اور کارآمد علما پیدا ہوئے، جن سے علوم عربی ودینی کی تعلیم مین ایک انقلاب ہوگیا، اخوند موصوف ۱۹۰۷ء مین اوفا کی جمیعت اسلامیہ کے رکن منتخب ہوئے، ۱۹۱۰ء مین وفات پائی۔

روسی علما مین سے جوان عمر لیکن پیر دانش موسیٰ جار اللہ ہین، یہ راستوف مین پیدا ہوئے اور تعلیم قازان، بخارا، مصر اور حرمین جا کر حاصل کی، ۱۹۱۵ء مین انکی عمر ۳۵ سال کی تھی اس ملک کے مسلمانون مین مصلحانہ خیالات وتعلیمات کی اشاعت مین اُنھون نے بڑی کوشش کی، ایک مصری مسلمان سیاح رشاد بک نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ روسی مسلمانون مین اُن کا وہی پایہ ہے جو مصر مین مفتی عبدہ کا ہے، یہ روسی مسلمانون مین مصلح اعظم خیال کیے جاتے ہین انکی متعدد گرانقدر تصنیفات ہین،

سب سے آخر مین ہمکو مفتی عالم جان بارودی کا تذکرہ کرنا ہے، مرحوم نے اسی

[۱] روسی مسلمانون کے محاورہ مین ملا (مُلا) اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے، جہان ہندوستان مین "مولوی" کا لفظ بولا جاتا ہے اور آخر الذکر "مولانا" کا قائم مقام سمجھیے یعنی اخوند کا لفظ ملا سے بڑا ہے۔

سال وفات پائی ہے، ۱۸۵۶ء مین یہ پیدا ہوئے تھے، بخارا مین تعلیم حاصل کی تھی، فراغت کے بعد قازان واپس آکر وہان انھون نے جدید طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ کا تمام نقشہ، نصاب اور طریق کار خود بنایا تھا، اس مدرسہ نے بہت جلد ترقی کی یہانتک کہ ۱۸۸۰ء مین وہ قازان کی اسلامی یونیورسٹی کے درجہ کو پہنچگیا اور قازان کا صوبہ روسی صوبون مین اسلامی علوم، اخلاق ومعاشرت اور اصلاحات وتربیات کا مرکز بنگیا، مرحوم کی اس جدید طرز کی مذہبی درسگاہ نے روسی مسلمانون کے انقلاب وترقی مین نمایان اثر پیدا کیا، تھوڑے دنون کے بعد اس مذہبی یونیورسٹی کے ساتھ ایک سائنس کالج کا اضافہ کیا، جسمین انھون نے تمام ان جدید تعلیم یافتہ روسی مسلمانون کو دعوت دی، جنھون نے ماسکو، سینٹ پیٹرسبرگ، اور یورپ کی دوسری یونیورسٹیون مین تعلیم حاصل کی تھی، اس جوانمردانہ اور فیاضانہ طرز عمل نے بخارا کے قدیم درسگاہ مدرسہ کلیہ عالیہ کے طرفدارون مین ایک ہیجان واضطراب برپا کردیا، لیکن مرحوم کے خلوص اور حسن نیت نے بہت جلد ان مشکلات کا خاتمہ کردیا، روس، آذربائیجان، ترکستان، قازان کے دولتمند سوداگرون نے انکی خاطر خواہ مالی اعانت کی، الغرض مفتی مرحوم کی کوششون اور روسی مسلمانون کی مالی اعانتون نے قازان مین مدارس زنانہ مکاتب، مطابع اور دیگر علمی وعملی تربیتون کا مرکز بنا دیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک یورپین مدبر نے یہ شہادت دی کہ پادری پرست روسی عیسائیون سے روسی مسلمان زیادہ یورپین ہین،

مفتی مرحوم کی سرکردگی مین قازان کے مسلمانون کے اس علمی وعملی جد وجہد وسرگرمی نے زار کی حکومت کو چونکا دیا، اور اس نے بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے مفتی صاحب کو قید کرکے شمالی روس کے ایک شہر مین بھیجدیا، حکومت کی اس ظالمانہ کاروائی نے روس کے مسلمانون مین غم وغصہ کی لہر پیدا کردی، حکومت روس نے اسکی سخت اور غیر معمولی احتیاط کی کہ اس

واقعہ کی خبر دوسرے اسلامی ملکون مین نہ پہنچنے پائے، مفتی صاحب کے قید سے قازان کی یونیورسٹی اور دوسری تحریکات کو کوئی صدمہ نہین پہنچا، وہ برابر ترقی کرتی رہین، مفتی صاحب کی قید کی خبر جب سلطان عبدالحمید خان کو پہنچی تو انھون نے اس بارہ مین فوری کاروائیان کین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ زار نے انکو ترکی مین منتقل کردیا جہان وہ ۱۹۱۱ء تک مقیم رہے، اور یہین سے بیٹھے بیٹھے انھون نے روسی مسلمانون مین اتحاد و اتفاق کی تحریکین جاری کین، اور انکے اختلافات باہمی کو دور کیا، تاکہ ڈوما (روسی پارلیمنٹ) مین روسی مسلمانون کے حقوق کی متفقہ کوشش سے حفاظت ہو سکے،

۱۹۱۱ء کے بعد جب وہ روس لوٹ کر آئے تو تعلیمی تحریکون کو چھوڑ کر انھون نے سیاسی تحریکات مین حصہ لینا شروع کیا، اور ایک دیمقراطی فرقہ (ڈیموکریٹک پارٹی) قائم کیا، اور اس فرقہ کی ترقی و اشاعت مین بڑی کوششین کین، اور اسی کا اثر یہ ہوا کہ تاتاری مسلمانون مین جمہوری خیالات نے مقبولیت حاصل کی، اور آل رشیا مسلم ڈیموکریٹک پارٹی قائم ہوگئی، ۱۹۱۷ء مین جب روس مین انقلاب ہوا اور بالشوزم کا ظہور ہوا تو مفتی صاحب بھی روسی مسلمانون کو لیکر آگے بڑھے، اور اس انقلاب کا خیر مقدم کیا، مسلمانون نے انکو روسی گورنمنٹ مین مفتی اعظم کے عہدہ کے لئے منتخب کیا، اور حکومت نے اسکو قبول کیا، اور اسکے بعد اسلامی روسی مجلس کے وہ صدر قرار پائے، بالآخر انکے روز افزون اثر کو دیکھکر بالشویکون نے انکو قید کردیا، لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد انکو آزاد کردیا، آجکل جبکہ روس کا ملک قحط سے تہ و بالا ہو رہا ہے وہ ماسکو اس غرض سے گئے تھے کہ وہ مسلمانون کی امداد و اعانت کی تدبیرین اختیار کرین، مگر حقیقت مین وہ سفر آخرت کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اسی سفر مین ماسکو مین انھون نے وفات پائی، تمام روسی مسلمانون مین انکی وفات پر ماتم برپا ہے۔

العروۃ الوثقیٰ

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دارالمصنفین

گذشتہ پچاس برس سے عالم اسلامی بلکہ تمام شرقی ممالک مین جو ایک حرکت و بیداری سی پائی جاتی ہے اُسکے ابتدائی سلسلون مین سب سے زیادہ اہم شخصیت سید جمال الدین افغانی اسدآبادی کی ہے وہ ایران سے اُٹھے اور اُنھون نے افغانستان، ہندوستان، مصر، عرب، قسطنطنیہ غرض اسلامی و مشرقی دنیا کے اکثر اہم مقامات کا دورہ کیا، ہر جگہ کے حالات دیکھے، وہان کے ممتاز و سربرآوردہ لوگون سے ملے اور موقع موقع سے قابل طبیعتون کو اصلاح و بیداری کی طرف مائل کرتے رہے، گو سید جمال الدین مرحوم تین مرتبہ ہندوستان بھی آئے، سب سے پہلی مرتبہ اپنے ایام تعلیم مین پشاور اور لاہور تک مغربی علوم کی تعلیم کی غرض سے، دوسری مرتبہ افغانستان کے سیاسی انقلاب کے بعد جب حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجانے لگے اور تیسری مرتبہ اس زمانہ مین جبکہ مصر مین انگریزی اثر و نفوذ کے خلاف مصریون نے عرابی پاشا کی زیر قیادت اپنے حفظ آزادی کے ذرائع کو علانیہ کام مین لانا شروع کردیا تھا، پہلی مرتبہ تو وہ ایسی حالت مین آئے کہ خود اپنی ذات کی اہمیت اور اپنے شاندار مستقبل کی طرف سے بیخبر تھے، دوسری مرتبہ کی آمد سے پہلے گو انکی سیاسی زندگی شروع ہوچکی تھی، لیکن اسکا دائرہ نہایت محدود تھا، یعنی افغانستان کی داخلی سیاست، تاہم ہوشمند برطانوی حکومت نے اسوقت بھی یہان انکی کافی نگرانی کی، کم و بیش ایک مہینہ سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع نہ دیا، اور انکو کسی ہندوستانی سے برطانوی حاکم کی موجودگی کے بغیر

ملنے کی اجازت نہ دی اور تیسری مرتبہ جب وہ ہندوستان لائے گئے، تو ایک برطانوی سیاسی نظر بند کی حیثیت سے یہان اُن کا داخلہ ہوا، اور کچھ دنون حیدر آباد اور کلکتہ مین اسی حیثیت سے رکھے گئے، اسی وجہ سے ہندوستان ان سے بہت کم واقف ہوا، گذشتہ سات آٹھ سال سے بے شبہہ کبھی کبھی زبانون پر اُن کا نام آنے لگا ہے، لیکن انکی اہم شخصیت کے لحاظ سے ہم اسکو واقفیت نہین کہہ سکتے، انکی جاد داثر شخصیت کو دیکھنا ہو تو ہمین ایران، مصر، شام، اور قسطنطنیہ مین دیکھنا چاہئے انکی وفات پر پچیس سال کا طویل عرصہ گذر چکا، ہر ملک کی سیاست مین انقلاب ہو گیا، ہر جگہ کی آب و ہوا بدل گئی، اور اب وہ زمین و آسمان نہین رہے، جو آج سے پچیس سال پہلے تھے، تاہم سید جمال الدین افغانی کا نام مذکورہ بالا ممالک مین آج بھی اپنے اندر بجلی کا سا اثر رکھتا ہے،

جب ۱۸۸۱ء مین مصر کا مسئلہ برطانوی شاہنشاہیت کے حسب مراد ختم ہوا، یعنی اُسکے اثر و نفوذ کا طوق مصر نے اپنے گلے مین ڈال لیا، اور عرابی پاشا کی جماعت ناکام رہی، تو سید جمال الدین کو بھی جو ہندوستان مین نظر بند تھے، نظر بندی سے رہائی ملی، اور ہندوستان کی برطانوی حکومت نے یہ اجازت دیدی کہ اب آپ جہان چاہین جا سکتے ہین، وہ یہان سے براہ راست لندن پہنچے اور وہان چند دنون رہنے کے بعد پیرس روانہ ہو گئے، اور یہین سے رسالہ العروۃ الوثقیٰ عربی زبان مین شایع کرنا شروع کیا، ابھی اُسکے صرف اٹھارہ ہی نمبر شایع ہوئے تھے کہ برطانوی ایوان حکومت مین زلزلہ پڑ گیا، برطانوی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ اگر سید جمال الدین برابر اُسکو جاری رکھ سکے تو مشرق مین اسکی تمام آرزوئین خاک مین ملجائینگی، اس بنا پر وہ اُسکی تباہی کے درپے ہوئی، اور سب سے پہلے ہندوستان، پھر مصر وغیرہ مین اُسکے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا، ان بندشون کے بعد سید صاحب مرحوم کے لئے العروۃ الوثقیٰ کو جاری رکھنا آسان نہ تھا، اور اگر بالفرض وہ جاری رہتے بھی تو کم از کم وہ مقاصد تو یقیناً حاصل نہوتے، جنکے لئے یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا، اسلئے بالآخر سید صاحب نے

رسالہ کو بند ہی کر دیا، چونکہ رسالہ نہایت پسندیدہ و مقبول تھا، اسلئے بعد کو مصر و شام مین اسکے منتخب مضامین کے چند مجموعے شایع ہوئے، لیکن ۱۳۲۸ھ مین حسین محی الدین الحبال صاحب جریدہ ابابیل نے اسکو بہ تمام و کمال مطبع توفیق بیروت مین چھپوا کر شایع کیا، اور یہی مجموعہ اسوقت پیش نظر ہے۔

رسالہ کی ابتدا مین "ناشر" کی طرف سے ایک مختصر سا مقدمہ لکھا گیا ہے، جسمین محررین رسالہ کے اجمالی تذکرے بھی ہین، سید جمال الدین مرحوم کے تذکرہ مین جو انکی کتاب "الرد علی الدہریین" کے مقدمہ سے ماخوذ ہے یہ بتایا گیا ہے کہ "العروۃ الوثقیٰ" نام کوئی انجمن تھی، جسکے ارکان و اعضاء نے سید صاحب سے انکی آزادی کے بعد یہ خواہش کی تھی کہ وہ عالم اسلامی کو خطرات سے آگاہ کرنے اور باہم متحد ہونے کی دعوت دینے کے لئے رسالہ جاری کرین، چنانچہ سید صاحب نے ارکان انجمن کی اسی خواہش کے مطابق العروۃ الوثقیٰ کی بنیاد رکھی، اس کام مین سید صاحب مرحوم کے دو رفیق و مددگار تھے، ایک اُن کے شاگرد رشید مفتی محمد عبدہ مصری اور دوسرے مرزا باقر ایرانی۔ مفتی محمد عبدہ تمامتر سید جمال الدین افغانی کے آغوش پروردہ تھے، خود مفتی صاحب کا بیان ہے کہ مین نے جبتک سید صاحب سے فیض نہین اٹھایا، اسوقت تک علم و فن کے صحیح ذوق سے ناآشنا تھا انکی صحبت مین آکر میری آنکھین کھل گئین" دوسری طرف سید صاحب کو بھی مفتی محمد عبدہ جیسے شاگرد کے وجود پر ناز تھا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "محمد عبدہ مصر کے لئے ایک جنگی بیڑہ سے زیادہ قوی اور ایک لشکر سے بھی زیادہ بھاری ہین" جب سید صاحب مصر سے بحالت نظر بندی ہندوستان بھیجے گئے ہین، تو سویز مین انھون نے اپنے دوستون سے یہ فرمایا کہ "مین اپنے بعد مصر مین محمد عبدہ کو چھوڑتا ہون اور وہ مصر کے لئے بحیثیت ایک عالم اور رہنما کے بہت کافی ہین" واقعۂ عرابی پاشا کے سلسلہ مین سید جمال الدین کی طرح مفتی محمد عبدہ بھی مصر سے جلاوطن کئے گئے تھے وہ شام مین

قیام پذیر تھے کہ سید صاحب مرحوم نے اُنکو پیرس مین اپنے پاس بلالیا، اور "العروۃ الوثقیٰ" کی تحریر کی خدمت اُن کے سپرد کی،

مرزا باقر ایران مین پیدا ہوئے وہین تعلیم و تربیت پائی، ہندوستان، چین، بخارا، انگلستان اٹلی اور فرانس کا سفر کیا، پھر بغداد اور عراق ہوکر لندن گئے، وہان کچھ دنون رہنے کے بعد بیروت (شام) پہنچے، یہان انھون نے شادی کی، اور کم و بیش تین برس کے قیام کے بعد کسی سیاسی سازش مین متہم ہونے کی بنا پر ترکی حکومت کے خوف سے طہران چلے آئے، اور وہین انتقال کرگئے

مرزا باقر فلسفیانہ دل و دماغ رکھنے والے شخص تھے، عملی سیاست سے اُنکو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی، لیکن دنیا کے جو واقعات اُنکی آنکھون کے سامنے گذر رہے تھے اُنکو اچھی طرح سمجھتے تھے، اسلئے دوسرے اکابر رجال عالم کی طرح وہ بھی دنیا کی بیچینیون اور مصیبتون کو دُور کرنے کی تدبیرین سوچا کرتے تھے، لیکن انکی راہ سیاست کی راہ نہ تھی، بلکہ ان کے نزدیک دنیا مین امن و آسائش کے قیام کے لئے اُسکی ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے مذہبی اختلافات مٹا دیئے جائین، اور تمام دنیا کو ایک ایسے مذہب کی طرف دعوت دیجائے جو اُسکی موجودہ ترقی یافتہ حالت کے بالکل مطابق اور اُسکی تمام معاشرتی و تمدنی ضروریات کا پورا کرنے والا ہو، یہ مقصد بظاہر خواہ کسیقدر بلند اور شاندار معلوم ہوتا ہو، تاہم یہ کہنا بیجا نہو گا کہ موجودہ حالات مین وہ ایک ناممکن الحصول مقصد ہے، اور کچھ نہین توکم از کم یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا، کہ ابھی اس مبارک زمانہ کی آمد مین جب ساری دنیا اس قسم کی سادی سطح پر آجائے صدیون کی دیر ہے،

ہم اس موقع پر اُن کے حالات زندگی کے متعلق اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے یہ بہتر سمجھتے ہین کہ اُن کے شاگرد رشید مشہور مستشرق پروفیسر اڈورڈ براؤن کی اس چٹھی کا ترجمہ کردین جو انھون نے مرزا باقر کے چھوٹے فرزند مرزا محمد ابن باقر مدیر مجلہ المنتقد کو لکھا تھا، پروفیسر براؤن لکھتے ہین:

مین یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ میرے استاذ علامۂ فاضل مرزا باقر مرحوم کے فرزند ہین، مین نے آغاز شباب مین جب مشرقی علوم والسنہ کی تحصیل کی طرف توجہ کی تھی تو آپ کے والد محترم میرے سب سے پہلے استاذ تھے، آج پچیس سال کا زمانہ گذر گیا کہ وہ مجھسے الگ ہوکر بیروت کی طرف روانہ ہوئے تھے، لیکن باوجود امتداد زمانہ انکے فضائل و خصائل حسنہ کی یاد اب تک میرے دل مین بالکل تازہ ہے، میری اُنکی پہلی ملاقات ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء مین ہوئی، میرا بہت زیادہ وقت اُنکی صحبت مین گذرتا تھا، مین نے اُن سے قرآن مجید کا درس لیا اور فارسی زبان مین خود انکی منظوم تفسیر قرآن ان سے پڑھی، انکی ایک اور منظوم تصنیف "تمیمہ لندنیہ" بھی مین نے اُن سے سبقاً سبقاً پڑھی، پہلی تصنیف لندن مین چھپکر شائع ہوگئی ہے، دوسری تصنیف اب تک شائع نہ ہوسکی، لیکن جانے سے پہلے انھون مجھے اسکا ایک قلمی نسخہ مرحمت فرمایا تھا، اس کتاب کے اشعار غایت درجہ مشکل اور ناقابل فہم ہین، کوئی شخص جب تک اسکے رموز و اشارات سے واقف نہو، ایک شعر کا بھی مطلب نہین سمجھ سکتا، مین اسلئے سمجھتا ہون کہ مین نے مصنف مبرور سے اسکو سبقاً سبقاً پڑھا تھا، اور اُسکے ناقابل فہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسمین ان واقعات و کیفیات کی طرف اشارے کرتے ہین، جو انکو عالم مثال یا عالم خواب مین نظر آئے، نیز اکثر مقامات پر بطریق رمز و اشارہ اس زمانہ کے سیاسی حالات کو بھی لکھ جاتے ہین جو اسوقت پیش آرہے تھے، اور اس سلسلہ مین سلطنتون کے وزرا اور وکلاء کے نام بھی لکھتے جاتے ہین لیکن نام صاف نہین لیتے بلکہ عجیب طریقہ سے اُن کا ترجمہ کردیتے ہین، کہ اُسکی طرف جب تک توجہ نہ دلائی جائے کسیکا ذہن منتقل ہو ہی نہین سکتا، مثلاً ایک شعر ہے،

سنگ ہیبت ایہچ نام بنرزد شنگ و ہیبت بچنگ ننگ درآمد

یہ نثر واقعات سیاسیہ مصر سے متعلق ہے، "سنگ نہیج" سے ان کا مقصود "گلیڈاسٹون" ہیں جو اس زمانہ مین جب برطانوی حکومت مصر پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ساعی تھی، انگلستان کے وزیر اعظم تھے، دوسرے مصرع مین "سنگ دہیج" سے مقصود "برائٹ" ہین، یہ بھی اسوقت وزراے انگلستان مین داخل تھے "سنگ نہیج" اور "سنگ دہیج" اُن کے نامون کا لفظی ترجمہ ہے، اسی طرح اُنہون نے تمام نامون کے تحت اللفظ ترجمے کئے ہین، اور ہر واقعہ کو رمز بنا کر لکہا ہے جسکا بطور خود سمجہنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے،

مرحوم کو علوم دینیہ اور السنۂ قدیمہ وجدیدہ مین خاص درجہ حاصل تہا، وہ متعدد زبانین مثلاً عبرانی، یونانی، انگریزی، عربی، فارسی اور ہندوستانی کے عالم و ماہر تھے، بہت فصیح انگریزی بولتے تھے، اور اسمین ان کا طرز تحریر فلاسفہ وعلماء کا طرز تحریر تہا، گفتگو بہت کرتے تھے، اور بہت تیزی کے ساتھ بولتے تھے، اثناے گفتگو مین ایک لمحہ کے لئے بھی چپ نہوتے تھے، بسا اوقات کہانا میز پر رکہا رکہا ٹہنڈا ہوجاتا تہا، اور اُنکو گفتگو سے اتنی مہلت نہین ملتی تھی کہ کہانا کہاوین، بہت بارعب بلکہ کسی حد تک خوفناک تھے، اُن کے اہل وطن ایرانی عموماً ان سے ڈرتے تھے، اور تو اور خود پرنس ملکم خان جو بیداری ایران کے موسسین مین سے تھے اور اسوقت انگلستان مین ایران کے سفیر تھے وہ بھی اُن سے بیحد مرعوب تھے،

گو یہ ضرور ہے کہ رسالہ ان تینون بزرگون کی سعی ومحنت سے مرتب ہوکر شائع ہوتا تہا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اسکے اصلی روح روان سید جمال الدین افغانی تھے، رسالہ کے بنیادی خیالات اور سیاسی معتقدات تمامتر وہی ہین جو سید صاحب مرحوم کے تھے، مفتی محمد عبدہ کا کام ان خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر تحریری صورت مین لانا تہا، اسی لئے رسالہ کے روح پر سید جمال الدین افغانی کو رسالہ کا

مدیر سیاست اور "ذمہ دار مسلک" اور مفتی عبدہ کو "محرر اول" لکہا بھی گیا ہے، مرزا باقر مرحوم لندن مین رہتے تھے، اور وہین سے عالم اسلامی کے متعلق ضروری اخبار اور مضامین کا انگریزی سے عربی مین ترجمہ کرکے پیرس دفتر "العروۃ الوثقیٰ" کو بہیجا کرتے تھے،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم رسالہ کے مواد ترکیبی اور اسکے اہم مضامین کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

رسالہ کا مقصد آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے بظاہر اکثر شرقی ممالک کی یہ حالت نہین تھی جو آج ہے، اسوقت مغربی فتوحات کا سیلاب ایسا طوفان خیز اور ہمہ گیر نہ تہا جیسا کہ آج ہے، اسلئے اسوقت مشرق کی متعدد سلطنتین آج سے بہت زیادہ بہتر حالت مین نظر آتی تہین، گو یہ بالکل سچ ہے کہ اسوقت بھی تمام شرقی قومین یکسان ضعف اور کمزوری کی حالت مین تہین، اُن کا شیرازۂ تمدن بکھر چکا تہا، اُن کے زبردست اخلاق کا ستون مرکز ثقل سے ہٹ چکا تہا، اور اُنکی قومی سلطنت وحکومت کی بنیادین کہوکہلی ہوچکی تہین، لیکن ان کمزوریون پر گذشتہ طاقت وشوکت اور جاہ وجلال کا ایسا پردہ پڑا ہوا تہا کہ اُنکو کچھ نظر نہ آتا تہا، وہ نشۂ ماضی کی سرمستیون مین اسدرجہ چور تہین کہ خمار حال کی اعضا شکن تکلیفون کا اُنکو احساس تک نہ تہا، سید جمال الدین افغانی کا اصلی کمال یہ ہے کہ انہون نے اسوقت وہ سب کچھ دیکھ لیا تہا جو بہتون کو آج بھی نظر نہین آتا، اُنکو علانیہ یہ نظر آرہا تہا کہ شرقی قومین غفلت وبیخبری کی حالت مین پڑی ہین، اور چالاک مغربی قومین آہستہ آہستہ اُنکی دولت وثروت جاہ وحشمت، حکومت وسلطنت پر قبضہ کرتی جاتی ہین، اُنکو اُنکے نظام اخلاق، نظام معاشرت، نظام تمدن اور نظام سیاست کی کمزوریون نے ایسی حالت مین کردیا ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے بے نیاز وبے خبر ہین، اُنکی دینی، قومی اور سیاسی روابط بودے پڑگئے ہین، اور حملہ آور دشمن اُنکی اس حالت سے بتدریج فایدہ اُٹھا کر اُنکو اپنا زیردست اور ماتحت بنا لینا چاہتا ہے، چنانچہ

العروۃ الوثقیٰ کے پہلے نمبر مین جہان رسالہ کی ضرورت اور اسکے اغراض و مقاصد سے بحث کی ہے تحریر فرماتے ہین:—

عام طور پر مشرقی قومون کی بربادی کی اب کوئی حد نہین رہی، اور وہ انتہا درجہ تباہ حال ہو چکی ہین، خصوصاً مسلمان جنہین کے بہت سے تاجدار اپنے تاج و تخت اور بہت سے حکومت و ریاست کے حقدار اپنے حقوق سے محروم کردیے گئے، اُن مین بیشمار صاحب جاہ و عزت تھے جو ذلیل ہوگئے، بیشمار ارباب شوکت و جلال تھے، جو حقیر ہوگئے، اور بیشمار اصحاب دولت و مال تھے جو فقیر ہوگئے، کل تک جو صحیح و تندرست اور توانا تھے، وہ آج سقیم و مریض ہین اور جو شیر تھے وہ بھیڑیے ہین، ان کا کوئی فرقہ، کوئی طبقہ اور کوئی گروہ ایسا نہین جو اس عام تباہی و بربادی سے محفوظ رہ گیا ہو،

اس تمہید کے بعد کچھ اور آگے چل کر لکھتے ہین،

ان آخری ایام مین مشرقی ممالک کے اہم مقامات مین جو یکسان مصیبتین نازل ہوئی ہین، انکی وجہ سے ان کے تمام باشندون مین باہمی ربط و اتحاد کی تجدید ہوگئی ہے، اور اسوقت مشرقی ممالک کے متفرق و مختلف اور دور دراز مقامات کے رہنے والے ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب و متحد ہوگئے ہین، ہر جگہ کے ارباب فہم بیدار ہوچکے ہین، اور وہ موجودہ حالات کے نتائج پر غور کر رہے ہین، وہ ان اسباب کی طرف بھی متوجہ ہوچکے ہین، جنھون نے انکو موجودہ حالت تک پہنچادیا ہے، اور بقدر امکان اُنکے رفع و ازالہ کی فکر بھی انکو دامنگیر ہے، وہ اپنے ربط و اتحاد اور سعی و کوشش کی بنا پر اُسکے امیدوار ہین کہ شاید کھوئی ہوئی شوکت و قوت کو ایک دفعہ پھر پالین، اور موجودہ حوادث مین اُنکو اپنے دین و مذہب، شرف و وقار، اور ننگ و ناموس کی حفاظت و صیانت کا کوئی موقع ہاتھ آئے، وہ موجودہ وقت کو

ایک مغتنم فرصت سمجھتے ہین، اور اسی سے اُنکی امیدین قائم ہین، ان کے دلون مین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین کھٹکتا، کہ بغیر کسی عمدہ نتیجہ کے یہ وقت و موقع نکل جائیگا، لیکن فرض کرو کہ یہ موقع ہاتھ سے جاتا بھی رہے تو پردۂ غیب سے اس قسم کے بیسیون مواقع آیندہ اور پیدا ہوجائین گے،

اسوقت مختلف ممالک مشرقی بالخصوص بلاد ہند اور مصر مین اس مقصد جلیل کے تحصیل کے لئے متعدد جمعیتین قائم ہوچکی ہین، جو ہر ممکن طریقہ سے ذرائع کامیابی کی تلاش و جستجو مین سرگرم و مصروف ہین، نہ وہ سعی و عمل سے تھکتی ہین، اور نہ اپنی کوششون مین کوئی کمی کرتی ہین، اگرچہ اس راہ مین اُنکو ان تمام انتہائی خطرات سے دوچار ہونا پڑے جو انسانی زندگی کو پیش آسکتے ہین،

اس قسم کی ایک طویل تمہید کے بعد آخر مین مقاصد رسالہ کی تشریح یون کی ہے،

یہ رسالہ بقدر امکان مشرقی قومون کے لئے ان ضروری کامون کو صاف صاف بیان کریگا، جنہین کسی طرح بھی کمی کرنا اُنکی بربادی، کمزوری اور تباہی کا سبب ہے، اور ان راستون کی طرف علانیہ رہنمائی کریگا، جنپر چلنا تلافی مافات کے لئے ازبس ضروری ہے، نیز آیندہ مشکلات سے عہدہ برا ہونے کی بھی صورتین پیش کرتا رہیگا،

یہ رسالہ مشرق کے اعلیٰ طبقہ کی نگاہون پر سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کریگا، اور ان شبہون اور وہمون کو دُور کریگا جنکی وجہ سے ہدایت و کامیابی کا راستہ ان پر ملتبس ہوگیا ہے، ان کے ان وسوسون کو دفع کریگا جنکی بنا پر وہ مرض کے علاج و شفا کی طرف سے مایوس ہوچکے ہین، اور عام طور پر یہ سمجھنے لگے ہین کہ مصیبت اپنی انتہا کو پہنچگئی، اور تدارک و تلافی کا زمانہ گذر چکا،

یہ رسالہ یہ سمجھائیگا کہ تمام مشرقی قومون کے لئے تکافو یعنی باہمی امداد و اعانت کا طریقہ نہایت ضروری ہے، اور یہی اُنکے سیاسی روابط اور وطنی تعلقات کا محافظ ہوسکتا ہے، اسلئے کہ اسی طریقہ کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے کہ آج قوی نے ضعیف کو دبالیا ہے،

یہ رسالہ اعداء مشرق کی محبت و خیرخواہی کی اس منقش چادر کو جو رنگارنگ ملاطفت و نرم خوئی سے رنگین ہے، چاک کرکے جو کچھ پس پردہ ہے اُسکو علانیہ دکھا دیگا، اور حرص و طمع مغرب مشرق کی تاریکی غفلت مین آہستہ آہستہ جس مخفی راہ پر چل رہی ہے اسپر کافی روشنی ڈالیگا۔

یہ رسالہ اسکی خاص کوشش کریگا کہ تمام مشرقی قومون پر جو غلط الزامات قائم کیجاتے ہین، اور خاصکر مسلمانون پر جو جھوٹی تہمتین لگاکر انکو بدنام کیا جاتا ہے انکی اچھی طرح پردہ دری کرے اور اصل حقیقت کو سمجھائے، نیز بعض ناواقفون کے اس خیال کی تردید کریگا جو یہ سمجھتے ہین کہ مسلمان کبھی تمدن و ترقی کی برکات سے اسوقت تک مستفید نہین ہوسکتے جبتک وہ انہی اصول پر کاربند رہین گے، جنپر آج سے سیکڑون برس پہلے کاربند ہوکر ان کے اسلاف نے فایدہ اُٹھایا تھا،

یہ رسالہ تمام مشرقی قومون کو سیاسی حوادث عامہ سے باخبر کرنے کی ہروقت کوشش کریگا، اور ان کے متعلق سیاسی جماعتین جو طرز عمل اختیار کرتی رہین گی انکے انکشاف اور پردہ دری سے غافل نہوگا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمام مشرقی قومون کے باہمی تعلقات کی تقویت و استحکام اور ان کے افراد مین باہمی محبت و الفت کی تلقین و تمکین کی خاص طور پر رعایت رکھیگا، اور ان کے منافع مشترکہ کی تائید و حفاظت کو اپنا سب سے زیادہ ضروری فرض سمجھیگا۔

ان سادہ اور اجمالی مقاصد کو دیکھکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے، کہ سید جمال الدین افغانی نے

جن ضروریات کو پیش نظر رکھکر یہ رسالہ جاری کیا وہ کیا تھے؟ کسی غافل جماعت کو حملہ آور دشمن کے حملے سے محفوظ رکھنے اور اُسکو اپنی آپ حفاظت کرسکنے کے قابل بنانے کی سب سے عمدہ اور بہترین صورت یہ ہے کہ ایک طرف اُسکو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے اور دوسری طرف یہ بتایا جائے کہ حملہ آور دشمن کسطرف سے، کسوقت اور کن اسباب و آلات جنگ سے مسلح ہوکر اُسکو اپنے قابو مین کرلینا چاہتا ہے، جیساکہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا، سید صاحب بالکل اسی اصول پر عمل پیرا تھے، ایک طرف تو وہ بار بار مشرقی قومون کو ان قومی و وطنی فرائض کے ادا کرنے کے لئے آمادہ کرتے تھے جنپر انکی حیات قومی و وطنی کا مدار ہے، اور دوسری طرف مغربی قومون کے وسائس و مکائد اور طرق فتح و غلبہ کی پردہ دری بھی کرتے جاتے تھے،

اتحاد اُمم مشرقیہ

لیکن ہم اس موقع پر جس چیز کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم مشرقی قومون کے باہمی بغض و عداوت کو رفع کرنے اور ان مین ربط و اتحاد کو پیدا کرنے کو کسقدر ضروری خیال کرتے تھے، آج ہندوستان کے رہنمایون نے مدت کے تجربہ اور ضرورت کی انتہائی حالت پیدا ہوجانے کے بعد یہ محسوس کیا ہے کہ آزادی ملک کی تعمیر کے لئے ملک کی مختلف قومون اور فرقون کا پختہ اتحاد خشت اولین ہے، جسکے بغیر یہ عمارت قائم ہی نہین کیجاسکتی، لیکن سید جمال الدین نے آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے ہی اُسکو محسوس کیا اور بار بار اسکا اعلان کرتے رہے، مقاصد رسالہ کا ایک ایک حرف و جملہ اسی حقیقت کا اعلان کررہا ہے، نیز مختلف مضامین مین سید صاحب نے اسکا خاص طور پر اعادہ کیا ہے، ایک موقع پر جب مصر کی مجلس وزراء نے مصر مین "العروۃ الوثقیٰ" کے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا، تو اس واقعہ پر نوٹ لکھتے ہوئے اس پختہ عقیدہ کی بنا پر اپنے حسن ظن کو جن الفاظ مین ظاہر کیا ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے:-

"مجلس نے مصر مین العروۃ الوثقیٰ کے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا، اور اسی فیصلہ کے

مطابق سرکاری اعلان مین یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس اس رسالہ کا کوئی نسخہ پایا جائیگا اسکو پانچ سے لیکر پچیس گنی مصری تک بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا، ہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین قائم کرسکتے کہ کسی مصری رکن کی بااختیار د آزاد رائے نے یہ فیصلہ کیا ہو بلکہ ہم خدیو مصر کی ذات سے بھی ایسی اُمید نہین رکھتے، اور ہمارے وہم مین بھی یہ بات نہین آئی کہ کوئی مصری خواہ وہ مسلمان ہو یا غیرمسلمان بلکہ کوئی مشرقی جو مصر مین قیام پذیر ہو اس حکم مین عدل و انصاف کا شائبہ تک پاتا ہو، اور یہ کسطرح ہوسکتا ہے کیونکہ اس رسالہ نے مصری حقوق کی محافظت و مدافعت کے فرائض ادا کئے ہین، ہر معاملہ مین مصریون کی امداد و اعانت کی ہے، اور مصر کے دشمنون کی اُمیدون کو ناکام کرنے کی سعی و کوشش کی ہے، اس رسالہ کا مشرب زید کی مدح اور عمر کی عیب جوئی نہین ہے، بلکہ اُسکا مقصد نہایت ارفع و اعلیٰ ہے اسکی کوششین اسپر صرف ہوتی ہین کہ مشرقی قومون کے سینون مین باہمی بغض و عداوت کے جو شعلے بھڑک رہے ہین اُن پر نصیحت و مصالحت کا پانی ڈال کر انکو اخلاص و محبت سے بھردے وہ ابنائے مشرق سے یہ التماس کرتا ہے کہ باہمی تنازع و اختلاف کے ہتھیار ڈالدین اور اس عام مصیبت کے مقابلہ مین جو سب کے لئے یکسان تباہ کن ہوگی، اتحاد و اتفاق کے اسلحہ سے مسلح ہوکر صف بستہ ہوجائین، وہ یہ چاہتا ہے کہ گھر کے آیندہ اندرونی انتظامات کی فکر سے پہلے خود گھر کی حفاظت کرنا چاہیئے، ابتدا سے "العروۃ الوثقیٰ" کا یہی طرز عمل ہے پھر کیونکر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی عاقل انسان یہ تصور کرسکتا ہے کہ مشرق کا کوئی فرد خواہ وہ مسلم ہو یا غیرمسلم ایک ایسے مفید رسالہ کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے روک دیگا، ہم یقینی طور پر یہ جانتے ہین کہ یہ سب اس قوت کا کرشمہ ہے جو اسوقت مصر پر مسلط ہے اور وزارت مصر نے جو کچھ کیا ہے وہ انگریزی عمال حکومت کے جبر اور دباؤ سے کیا ہے،

العروۃ الوثقیٰ کے اجرا کے زمانہ مین مشرق کا اہم سیاسی مسئلہ "مصر مین برطانوی مداخلت" کا مسئلہ تھا، اور اُسپر بحث و تمحیص کے دوران مین لازمی طور پر بار بار ترکون اور مصریون کا نام آتا تھا، اس سے ایک بدگمان شخص کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ یہ خیال قائم کرے کہ "العروۃ الوثقیٰ" خاص مسلمانون کے حقوق و مفاد کی حفاظت و حصول کے لئے جاری کیا گیا ہے سید صاحب کو خود بھی یہ بات کھٹکی تھی، چنانچہ اسکے دفعیہ کے لئے العروۃ الوثقیٰ کے عنوان سے ایک نوٹ مین تحریر فرماتے ہین

> کسی کو یہ خیال قائم نہ کرنا چاہیئے کہ اس رسالہ مین جو بار بار خاص طور پر مسلمانون کا تذکرہ آتا ہے تو اس سے مقصود صرف انہی کے حقوق کی محافظت اور اُن کے غیرمسلم ہموطنون کے حقوق و مصالح کو جو صدیون سے رشتۂ وطنیت کی بنا پر ان مین باہم مشترک و مخلوط ہین، نظرانداز کردینا ہے۔ ایسا کرنا ہماری افتادِ طبیعت و رجحان کے بالکل خلاف اور ہماری شان سے بہت بعید ہے، کیونکہ ایسا کرنے کی اجازت نہ تو ہمکو ہمارے دین و مذہب نے دی ہے اور نہ ہماری شریعت اُسکو کسی طرح اور کسی حال مین بھی جائز رکھتی ہے، ہماری غرض عام طور پر مشرقی قومون کو ہوشیار اور بیدار کرنا ہے، لیکن اثنائے تحریر مین جو ادھر بار بار مسلمانون کا نام آتا ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اسوقت جن ممالک پر اغیار نے دست درازی کی ہے، اور جن سرزمینون مین دشمن گھس آئے ہین وہان مسلمانون کی غالب تعداد آباد ہے اور وہان اسلامی حکومتین قائم ہین اسلئے خطاب کے موقع پر مسلمانون کا نام آنا بالکل ناگزیر ہے،

اتحاد دول اسلام "اتحاد دول اسلام" یا "اتحاد اسلامی" کے اولین داعی اسمین شبہہ نہین کہ سید جمال الدین افغانی تھے، اور اُنہون نے "العروۃ الوثقیٰ" کے توسط سے اس خیال کو مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا، اسکے فیصلہ کا یہ موقع نہین کہ یہ وہی دعوت اتحاد اسلامی ہے، جسکے خوف سے یورپ کا جسم لرز جاتا ہے، ہونٹ خشک ہوجاتے ہین، چہرہ زرد پڑ جاتا ہے، اور خواب مین بھی

ترکون کی بے نیام تلوارین چمکتی ہوئی نظر آنے لگتی ہین یا کوئی اور ؟ بلکہ یہان صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانون کی مختلف جماعتون کو متحد کرنے اور انکی باقیماندہ حکومتون کو رشتہ اتحاد مین منسلک کرنے کے لئے یقیناً سید جمال الدین نے اپنی آواز بلند کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ سید جمال الدین نے جب مسلمانون کے ضعف و انحطاط اور تباہی و بربادی کے اسباب و علل پر غور کرنا شروع کیا تو اسکا سب سے پہلا اور اصلی سبب انکی رائے مین یہ قرار پایا کہ مسلمانون کے وحدۃ کلمہ و اتحاد و اخوت کا سررشتہ جس سے انکی حیات قومی اور عزت و عظمت وابستہ تھی، شکستہ و پارہ پارہ ہے، اسلئے انھون نے سب سے پہلے اسی دھاگے مین گرہین لگانے کی کوشش کی، اس اجمال کی تفصیل عمر کی بجائے خود انکی زبان سے سننا زیادہ بہتر ہے، ایک مضمون مین جسکا عنوان وا عتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ہے، ابتدا ًقرآن مجید اور احادیث و آثار سے اتحاد و اخوت کی تعلیم و ضرورت کا ثبوت دیکر یہ لکھا ہے کہ جس قوم کی مذہبی تعلیم یہ ہے، اسمین آج یہ انتہا درجہ تفرق و انتشار اور جدائی و علحدگی کیون پائی جاتی ہے ؟ پھر اسکی ایک فلسفیانہ اور واقعی و حقیقی توجیہ کرنے کے بعد جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :-

اس صاف اور ظاہر اصول مین غور و فکر کرنے کے بعد تمکو اسکا سبب معلوم ہوجائیگا کہ مسلمان اتحاد و اتفاق کی اس مذہبی تعلیم و تلقین کے باوجود کیون ایک مدت سے اسکی ضرورت محسوس نہین کرتے یا محسوس کرتے ہین تو اسکی طرف اقدام نہین کرتے، حقیقت یہ ہے کہ ایک مدت سے ان دینی عقائد کے سوا جو عمل مشترک سے بالکل الگ ہین اور کوئی چیز ان کے درمیان "جامعہ" باقی نہین ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان مین باہمی تعارف تک نہین ہے اور وہ ایک دوسرے سے بہت بری طرح جدا ہین، اور دن کا تو کیا ذکر ؛ خاص علمائے کرام جنکے فرائض مین عقاید کی حفاظت اور لوگون کی ہدایت داخل ہے آج ان کا یہ حال ہے کہ ان مین

کوئی باہمی مواصلت و مراسلت نہین، ترکی عالم، حجازی عالم کے حالات سے بالکل بے خبر اور ہندی عالم، افغانی عالم سے قطعاً غافل ہے، بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ ایک ملک کے علما باہم کوئی ارتباط و مواصلت نہین رکھتے،

پھر جسطرح یہ بیگانگی و جدائی طبقہ علما مین ہے، ٹھیک اسی طرح اسلامی سلاطین و امرا مین بھی ہے، کیا یہ تعجب انگیز امر نہین کہ عثمانی حکومت کی سفارت مراکش مین اور مراکشی حکومت کی سفارت عثمانی حکومت مین نہین ہے ؟ کیا یہ نادر واقعہ نہین ہے کہ دولت عثمانیہ کا کوئی صحیح رابطہ افغانی امارت کے ساتھ نہین پایا جاتا ؛ یہی تفریق و پراگندہ حالی ہے جسکی بنا پر آج یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مسلمانون کی ایک جماعت کو دوسری جماعت، اور ایک شہر کے باشندون کو دوسرے شہر کے باشندون کے ساتھ کوئی علاقہ و تعلق نہین ہے، آج ان مین ایک ہلکی قسم کا صرف یہ احساس باقی رہ گیا ہے کہ "ہان فلان ملک اور فلان شہر مین بھی کچھ لوگ ان کے ہم عقیدہ اور ہم مذہب رہتے ہین،

ملت اسلامیہ ایک صحیح المزاج اور قوی البنیہ جسم کی طرح تھی کہ دفعتہً اس پر مصیبتین نازل ہوئین، اور اسکی قوت ضعف سے، صحت علالت سے اور اتحاد و التیام تفرق و انتشار سے بدل گیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا سارا نظام جسمانی پاش پاش ہوگیا، ملت اسلامیہ کے روابط مین اس ضعف و انحلال کا آغاز اسوقت ہوا جب رتبہ علمیت و تفقہ فی الدین رتبہ خلافت سے جدا ہوا، یعنی عباسی خلفاء، خلفائے راشدین کے طریقہ کے خلاف اجتہاد و تفقہ فی الدین اور شرف علم و فضل سے بے بہرہ ہوکر محض نام کی خلافت پر قانع ہوگئے، خلیفہ وقت کی اس علمی و اجتہادی بے اثری ومکروری نے عام مطلق العنانی کے لئے دروازہ کھولدیا، اور کثرت سے مذاہب مختلفہ پیدا ہوگئے، اور تیسری صدی ہجری کے آغاز مین اسلامی فرقون مین اختلاف

وتعصب اپنی انتہائی حد تک پہنچگیا، اسلامی دنیا کے لئے یہ سب سے پہلی مصیبت تھی جس نے اسمین تفرق وانتشار کی راہین پیدا کی تہین کہ دفعتہً اس مصیبت کے بعد ایک اور مصیبت نازل ہوئی جو پہلی سے زیادہ موثر، زیادہ وسیع اور زیادہ تباہ کن تھی اور جس نے پہلی مصیبت کی پیدا کی ہوئی تباہیون کو اور زیادہ عام اور ہمہ گیر کر دیا، یعنی یہ کہ اب خود منصب خلافت کی تقسیم و تجزی ہوگئی، اور بغداد کی خلافت عباسی کے علاوہ مصر و مغرب مین فاطمی خلافت اور اندلس اور اطراف اندلس مین اموی خلافت قائم ہوگئی - اس تفرق کلمۂ امت و اشقاق واختلاف امم اسلامیہ نے ایک طرف تو ان کے باہمی تعلقات کو کمزور کر دیا، اور دوسری طرف رتبۂ خلافت کے اثر و وقار کو کہو دیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دلون سے منصب خلافت کی عظمت و ہیبت نکلگئی، عین اسی زمانہ مین حکومت و سلطنت کے طالب و دعویدار اٹھے اور انھون نے قوت و شوکت کے حصول کے لئے خلافت کی کسی قسم کی رعایت کئے بغیر ہر طرح کی کوششین شروع کر دین یہانتک کہ رفتہ رفتہ صحیح معنون مین خلافت نکلگئی اور سلطنتین اور حکومتین قائم ہوگئین،

ابھی دنیاے اسلام کو ان مصیبتون کے بعد دم لینے کی بھی مہلت نہین ملی تھی کہ دفعتہً ایک تیسری مصیبت نازل ہوئی جو سب سے زیادہ برباد کن اور تباہی انگیز تھی یعنی چنگیز خان اور تیمور لنگ نے اُٹھکر اُسکی اینٹ سے اینٹ بجادی، اُسکا شیرازہ تمدن بکھیر دیا اور اسکی سلطنت و حکومت، شوکت و اقتدار، جاہ و جلال اور عزت و ثروت کا ایک ایک ورق اسطرح منتشر کر دیا کہ پھر کبھی مجتمع و منتظم نہو سکا، اس مصیبت نے تمام اسلامی دنیا کو حواس باختہ کر دیا، اُسکے دامن اتحاد کا تار تار الگ ہوگیا اور اتحاد و اتفاق و ربط ملی کی ایک ایک گرہ کھل گئی، اور ساتھ ہی وہ تمام عقاید و عوائد بھی کمزور یا فنا ہوگئے جو اُن کو

وحدۃ کلمہ کی دعوت دیتے تھے اور باہمی اتحاد و ارتباط پر اُبھارتے تھے، ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس وحدۃ کلمہ و اتحاد بین المسلمین کو بالکل فراموش کر گئے، اور اُن کے باحساس سے بااحساس اور بلند ترین سے بلند ترین طبقہ مین بھی اگر اُسکے متعلق کوئی خیال باقی رہ گیا تہا تو وہ ایک صورت ذہنیہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تہا جو صرف خزانۂ خیال مین پائی جاتی ہے، اور اُسکو قوت حافظہ صرف اس حالت مین یاد کر سکتی ہے جب انسان اپنے خزانۂ معلومات کا باضابطہ جائزہ لے -

مسلمانون کا یہی تفرق و انتشار تہا جسکو ربط و اتحاد سے بدل دینے کی کوشش سید جمال الدین افغانی مرحوم نے کی تھی،

علماء کی طاقت کو حرکت مین لانا

لیکن اس سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم نے علماء کی جماعت کو حرکت مین لانے کی خاص کوشش کی، واقعہ یہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی مین اس جماعت کی حیثیت نہایت بلند و ارفع ہے، اور وہ جسد اسلامی کے لئے بمنزلہ روح کے ہے جسکے صلاح و فساد پر تمام نظام جسمانی کے فساد و صلاح کا دارمدار ہے، سید صاحب نے متعدد مضامین مین علماء کی طرف توجہ کی ہے اور اُنکو اُبھارا ہے، لیکن ہم بنظر اختصار ایک ہی کے ترجمہ و اقتباس پر اکتفا کرتے ہین، ایک مضمون کے آخر مین جسکا عنوان وذکر فان الذکری تنفع المومنین ہے تحریر فرماتے ہین،

مسلمان کبھی ان فضائل سے کلیۃً جدا نہین ہوسکتے جنکو اُنھون نے اسلاف سے وراثتہً پایا ہے، اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ اُنکو کتاب اللہ، سنت نبوی اور اپنے دین و شریعت کے ساتھ انتہائی حسن اعتقاد ہے، اور ہان وہ خلفاے راشدین، صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی سیرتون کو کبھی فراموش نہین کر سکتے، یہ چیزین اُنکے قلوب پر کالنقش علی الحجر

ہوچکی ہین، لیکن موجودہ وقت مین ان چیزون کی طرف سے جو غفلت و بے پروائی ان مین پائی جاتی ہے وہ بالکل سطحی اور عرضی ہے، اس حالت کے لئے بقاء و دوام نہین، ادنی درجہ کی توجہ بھی انکو اس خواب غفلت سے بیدار کرسکتی ہے،

جب تم قرآن مجید کی ان آیتون کو غور سے دیکھو گے جنمین بہترین فضائل اخلاق کی تعلیم دیگئی ہے، اور پھر مسلمانون کی اس حرص و دلبستگی پر غور کروگے جو انکو کتاب اللہ پر عمل، سنت رسول اللہ کی تقلید، اپنے دین و مذہب کے احترام، اور رسول اور اصحاب رسول کی تعظیم و تبجیل کے ساتھ ہے تو تم خود بخود یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگے کہ اگر علماے دین اپنے ان وظائف و فرائض کے ادا کرنے پر جو ان پر صاحب شرع کے وارث ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتے ہین آمادہ ہوجائین تو کوئی قوت نہین ہے جو امت اسلامیہ کے احیاء اور اسکے مجد و فضیلت کے اعادہ کی راہ مین روک بن سکے،

بے شبہہ علماے راسخین فی العلم اور بالغ نظر مسلمان یہ اچھی طرح جانتے ہین کہ اس زمانہ مین جو کچھ مصیبتین مسلمانون پر آئی ہین وہ اللہ کی طرف سے ان بے اعتدالیون کی سزا ہین جو انھون نے پچھلے دنون مین کی ہین، پس ہمین علماے کرام کی ہمت، انکی غیرت دینی اور حمیت ملی سے امید ہے کہ وہ شگاف کے پھیلنے سے پہلے اسکے جوڑنے، اور مرض کے مستحکم ہونے سے پہلے اسکے علاج و مداوات کی طرف کافی توجہ کرینگے، انکو چاہیئے کہ وہ عامۂ مسلمین کو احکام اللہ اور سنت نبوی کی پیروی پر ابھارین، اور اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے مطابق انکے باہمی رشتۂ اخوت و الفت کو مضبوط و مستحکم کرنیکی کوشش کرین نیز یہ کہ لوگون کے قلوب پر جو یاس و ناامیدی چھاگئی ہے اسکے محو و فنا کرنے کے لئے اپنی تمام جد و جہد کام مین لائین اور لوگون کو یہ بتائین کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا انسانی قلب کی ایک بیماری اور اسکے عقاید کی کجی ہے جس سے مسلمان یقیناً ہر طرح پاک اور بے عیب ہین -

باقی

سراج الدین ظفرشاہ اور مرزا غالب

کی

زندگی کا ایک گم شدہ ورق

گذشتہ نمبر مین جس مثنوی کا ذکر کیا گیا تھا وہ حسب ذیل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظفرشاہ نے اہل سنت امراء، اور اعیان اور عوام مین اپنی بدنامی دیکھکر اسکو دور کرنے کے لئے ایک مثنوی فارسی مین لکھواکر شائع کی جسمین علانیہ اس الزام کی تردید اور مذہب اہلسنت کی مدح و توصیف ہے،

بلہ ہان اے دقیقہ اندیشان   حق پرستان معدلت کیشان

تر زبانان وصف جہد و جہاد   راز دانان دین و دانش و داد

شاہیے را بہ دہر حادث نیست   نو بر نخلۂ حوادث نیست

یافت ہرکس کہ حسب دعوانش   منتہی تا بر یافت ادغلانش

زان نشانگاہ تا صفی اللہ   بود ہر دیدہ ور بنی اللہ

شد بہ نیروے این دلیل درست   کہ نیاگان ما زروز نخست

یا گرامی پیمبران بودند   یا گرانمایہ سروران بودند

زان سپس روزگار ہاے دراز   در سراپردہ ہاے عزت و ناز

بود ہرکس بہ کشور آرائے   تا بہ چنگیز خان سیحائے

چون قراچار دم زد از اسلام   بنگہ قوم یافت ماہ تمام

بعد ازان تا به ما که بو ظفریم　　همه فرمان دهان دداد گریم
هیچکس دم ز اعتزال نه زد　　گام بر مسلکِ جهال نه زد
دشمن جوهر نگاه نه ایم　　منکر رویت اله نه ایم
رسم ما نیست ناسزا گفتن　　کار ما نیست جز ثنا گفتن
خانه زاد رسول و آل ویم　　دشمن خصم بدسگال ویم
خانه زاد نبی و آلِ نبی　　نکند با صحابه بے ادبی
زانکه اینان امین دداد گراند　　با نبی همنشین و هم سفراند
کیش بیگانگی رها کرده　　بر نبی مال وجان فدا کرده
به ولائے نبی و عترت او　　یافته ملک و دین بدولت او
بدسگال صحابه بے دین است　　در خور صد هزار نفرین است
کار اصحاب بین و بد شمر　　حال ایشان چو حال خود شمر
گر ترا معرفت نکو کاریست　　حب ایشان طراز دین داریست
فکر نقص صحابه سودائیست　　خاطر کفر را سویدائیست
رفض مالخولیائے خام آرد　　صید دیوانگی بدام آرد
با تو گویم اگر یقین داری　　کاین بزرگان زر دی دینداری
خیر خواه رسول و آل ویند　　عاشق جلوهٔ جمال وے اند
دوستان را شمردهٔ دشمن　　در خورِ سرزنش توئی یا من
آنچه اندیشهٔ نهانی تست　　همه از روئے بدگمانی تست
کار دین مشکل است آسان نیست　　بدگمانی طریق ایمان نیست

پیش ازین آنچنانکه ما گفتیم　　حرفے از راز بر ملا گفتیم
تاج و تیغ و نگین خود از ما بود　　دولت و ملک و دین خود از ما بود
آن نیرزد به حبه گر این ماند　　ملک گر رفت گو برو دین ماند
اندرین روزگار گرشب و روز　　ما نداریم طالعِ فیروز
حاصل ماست باهمه خم و پیچ　　گوشهٔ توشهٔ و دیگر هیچ
بے شکوہے و ظلمت الدینے　　بست بر من غلط به آئینے
کان غلط بسکه بر زبانها رفت　　تا او ده ز ان غلط نشانها رفت
دیده باشد که شهریار نئیم　　کار فرمائے بنده دار نه ایم
شاهی من بجز ریاست نیست　　بهر من پایهٔ سیاست نیست
لاجرم رفت هرچه خواست سرود　　نارد ا گفت خود نه راست سرود
بر چنین کس هزار نفرین باد　　لعنت از حق ز خلق آمین باد
زین که توقیع من نوشت به جعل　　خاطرم راست اندر آتش نعل
حاشی لله که پنجهٔ سیمین　　سرد[1] نقش داد و دانش دین
پنجهٔ را که ساخت خود ستیز　　چون تواند شمرد دست آویز
راهِ حق را به حرف نتوان بست　　خود زوا گو به طرف نتوان بست
آن یکے کز خدا نداشت خبر　　مر نبی را شمرد جادوگر
چون نگردد رها رسول خدا　　من لسان الوری فکیف انا
گرچه بر من بزور نتوان بست　　تهمتے را که مرد نادان بست

[1] لفظ پڑھا نہیں گیا۔

لیک بدنام کرد دادا نیست   کہ زخون ریختن زیادا نیست

نخورم خون دل ز چشم چرا   کہ رود بر من این دروغ و مرا

نیست مارا درین گذرگہ تنگ   کہ بگویم[1] من وردد سرہنگ

تا زبان از قفا بردن کشدش   چون بمیرد بخاک و خون کشدش

یا بگیرند خوار و زارہ کنند   دازگون برخرش سوار کنند

رو سیہ گرد شہر گردانند   گر نگردد بقہر گردانند

درتو گوئی مجال زیار انیست   حاکمان راست گرچہ مارانیست

دہر را حاکمان دادگر اند   کہ زہر کس بداد بیشتر اند

ہر کہ بد کرد کیفر آن ہست   قتل گر نیست بند زندان است

لاجرم من کہ بادشاہ استم   پیش وادار دادخواہ استم

علت جعل کم گناہے نیست   بہر مجرم گریزگاہے نیست

جعل سازی و فتنہ پردازی   جرم دانی و نثری بازی

راے حکام دہر ما چہ بود   این چنین جرم را سزا چہ بود

گر جفا پیشہ را نیازردم   بہ امینان ملک بسپردم

بوظفر ملک ودین خدا داد است   داد خواہیم دکار ما واداست

نامہ را ختم کن کہ پایان رفت   مدعا صورتے نمایان رفت

علما را زخود دعا بفرست   وین نمودار جا بجا بفرست

اس مثنوی کی شیرینیٔ زبان، فصاحت بیان، طریقۂ ادا، اور اسلوب بدیع گو خود

[1] یہ مصرع پڑھا نہیں گیا -

اہل ذوق کی نظر مین غالب کی پردہ دری کرتا ہے، تاہم آیندہ کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ لکھنؤ اور دربار لکھنؤ کو اسی زمانہ مین یہ معلوم ہوگیا تہا کہ یہ پُر زور دینی رجز، ظفر شاہ کی ملکیت نہین، بلکہ شاہ اقلیم سخن مرزا اسد اللہ غالب کا منتوجہ ہے،

مرزا غالب کے ایک قصیدہ کی شان تصنیف

بیا دہ کربلا تا آن ستمکش کاروان بینی   کہ در روے آدم آل عبا را ساربان بینی

یہ قصیدہ کلیات غالب مین موجود ہے، مگر اسکو بھی مذکورہ بالا واقعات سے ایک گونہ تعلق ہے واجد علی شاہ کو خواب مین جناب سید الشہدا علیہ السلام کی طرف سے بشارت ہوئی کہ ہم خاکِ شفا تمہارے لئے بھیجتے ہین، نجف اشرف کے مجتہد صاحب کو بشارت ہوئی کہ خاکِ شفا لکھنؤ بھیجی جائے کربلا سے خاک شفا کی ضریح بڑے اہتمام سے روانہ ہوئی، لکھنؤ مین جو داخلہ کی تاریخ تھی اس روز واجد علی شاہ نے سلطان العلما کو یہ رقعہ لکھا:-

وبعد حسب اجازت وایماے مولاے جہان و جہانیان حضرت ابا عبد اللہ الحسین شہید معین مظلومان کہ بمجتہد نجف اشرف شدہ وازانجا معرفت سلطان العلما مجتہد العصر والزمان بداعی دولت حضرت صاحب الزمان بسبب عارضۂ خفقان اختیار پیادہ روی نمیدارد وبہذا نور چشم این دودمان برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر و برخوردار جنرل صاحب بہادر و دیگر شاہزادگان این خاندان را حکم دادہ زنبابت باستقبال پردازند وایشان ہم شریک

حال مین جو اجازت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجتہد نجف اشرف کو ہوئی، اور اُن کے یہان سے بذریعہ سلطان العلما کے مجہہ تک پہنچی، مین چونکہ بسبب عارضہ خفقان پیادہ روی کی طاقت نہین رکہتا، اسلئے برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر اور دوسرے شاہزادون کو حکم دیا ہے کہ میرے قائم مقام ہوکر استقبال کرین، اور خود یہ لوگ بھی شریک استقبال ہوکر گہر تک

استقبال شده تا بخانه رسانند عند الله ماجور خواهند شد

پہنچائیں اور خدا سے ثواب حاصل کریں،

بتاریخ ۲۶- شعبان ۱۲۷۰ھ یوم پنجشنبه یکنیم پاس روز باقیمانده سیاه پوش شده به کربلای دیانت الدوله بہادر حاضر شوند۔

۲۶- شعبان ۱۲۷۰ھ یوم پنجشنبه آدھ گھڑی دن سے سیاہ پوش ہو کر دیانت الدولہ بہادر کے کربلا مین حاضر ہون،

اس حکم کے موافق ضریح خاک شفا بڑی دھوم سے لکھنؤ مین آئی، غالب نے یہ قصیدہ لکھکر سلطان العلما کو بھیجا، سلطان العلما نے قصیدہ کو اس سفارش کے ساتھ واجد علیشاہ کے سامنے پیش کیا،

ازانجاکه آوازه وصول بشارت وصول ضریح مبارک خاک شفا از کربلائے معلی برائے بندگان اقدس واعلی ازین بیت السلطنت همیشه آباد تا دار الخلافت شاهجهان آباد رسیده۔ اسد الله خان غالب دهلوی که در فن شعر و سخن یکتا و در فصاحت نظم و نثر بے همتا و مانند نظیری نظیرے ندارد و اگر کلامش بقبول بارگاه خاقانی شود همپایه خاقانی باشد در بنولا قصیده غرا در مدح ضریح بطرز ملیح و بیان فصیح انشا و انشاد نموده بجادهٔ مدحت گری و ثنا گستری بندگان سکندر شان بقدم اقدام پیموده۔ بمفاد

نملہ جارت برجل من جراد

تو سلیمانی کن اے عالی نژاد

بطریق هدیه محقره که بعد قبول تحفه موقره می گردد

چونکہ اعلیحضرت کے لئے ضریح مبارک خاک شفا کے پہنچنے کی خوشخبری اس دار السلطنت سے شاہجہان آباد کو پہنچی، اسلئے اسد اللہ خان غالب نے جو بے مثل شاعر ہے، ایک قصیدہ مدح ضریح مین لکھکر اور اعلیحضرت کی ثنا گستری بھی کر کے بطریق ہدیہ محقرہ کے جو بعد قبول کے تحفہ موقرہ ہو جائیگا،

بحضور معلی گذرانیده، لہذا داعی که در امور خیر ساعی می باشد، به بارگاه فلک جاه ان را ارسال داشته۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف، و چون متضمن مرثیه و اشعار مبکیه است۔ غالب که بمودائے فقره شریفه که در حدیث ثواب بکا و باکی وارد گشته غفر الله ذنوبه و لو کانت مثل زبد البحر۔ باعث عفو بعنوان لغزش قدم و لرزش قلم که در مثنوی سابق در حق عاصی شده بود گردد، رجائے واثق که همواره مادح ممدوح مورد مراحم سلطانیه و عنایات خاقانیه از پیشگاه بارگاه جمجاه بوده باشد۔

حضور معلی مین پیش کیا، اسلئے خاکسار نے کہ ہمیشہ نیک کامون مین سعی کرتا ہے، دربار مین اُسکو روانہ کیا، گر قبول افتد زہے عز و شرف، چونکہ اسمین مرثیہ اور رُلانے والے اشعار بھی پائے جاتے ہین، ظن غالب ہے کہ بمقتضائے اس فقرہ شریفہ کے کہ حدیث ثواب بکا و باکی مین وارد ہوا ہے، (یعنی خدا اسکے گناہ کو گو وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہون معاف کر دیگا) پہلی مثنوی مین اس سے جو لغزش ہوگئی ہے وہ معاف ہو جائیگی، امید ہے کہ مدح گو ہمیشہ مورد مراحم سلطانیہ رہیگا۔

اس عرضداشت سے ظاہر ہے کہ وہ فارسی مثنوی مرزا غالب سے کہوائی تھی، اُسکے بعد ذیل کا خط سلطان العلما نے مرزا غالب کو لکھا۔

ظهور خاطر نود ماثر باد که بیشتر در پاسخ نمیقه انیقه مکتوب شور برایصال معروضه مع قصیده فریده به پیشگاه سلطانی نوشته ارسال داشته ام، مظنه آنست که بنظر شریف رسیده باشد۔ دیگر پاسخش هنوز نرسیده، بالفعل امر تازه که قابل اظهار ست اینکه قصیده موصوفه که متضمن درر غرر به ابدار و لالی متلالی شاهوار بود خیلے پسند خاطر مبارک بندگان دارا دربان افتاد،

آپ کے خط کے جواب مین ایک معروضہ لکھ چکا ہون جسمین یہ اطلاع دی ہے کہ ایک معروضہ مع قصیدہ کے بادشاہ سلامت کی خدمت مین بھیجدیا ہے، یقین ہے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا، مگر ابتک اُسکا جواب نہین آیا۔

اسوقت قابل اظہار بات یہ ہے کہ قصیدہ حضور کو بہت پسند آیا، اور خلعت فاخرہ کے عطا کرنے کا حکم صادر ہوا لیکن اس خیال سے کہ آپ چونکہ

وتشریف قبول برہیچ ماسول دست واد وایاے
باعطاے ارسال خلعت فایق ازبارگاہ سپہر اشتباہ
صادر شدہ، اما بخیال اینکہ چون آن ناطورہ بوستان
سخندانی بانیجہ دودمان صاحبقرانی در بیت
اورنگ گورگانی تعلق وتوسلے دارند مبادا ابلاغ
این عطیہ شریفہ مخالف مزاج آن بادشاہ جمجاہ و
باعث برامئی وظیفہ مقررہ سامی شود لہذا درین
باب توقف نمودہ شد، الحال ہرچہ مشورہ سامی
گرامی باشد بعمل آید۔

خاندان صاحبقرانی سے تعلق رکھتے ہیں ایسا نہ
دیا ہو کہ اس عطیہ کا بھیجنا مخالف مزاج اس
بادشاہ کے ہو، اور آپ کے وظیفہ مقررہ مین
کوئی خلل پیدا ہو، اس معاملہ مین توقف کیا گیا
اب جو آپکی راے ہو اُسپر عمل کیا جاے،

حررہ ۴- ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ

۴- ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ

غالب کا اُردو کا سلام

اسی مجموعہ مین غالب کا ایک سلام بھی درج ہے،

سلام اُسے کہ اگر بادشا کہین اُسکو — تو پھر کہین کہ کچھ اس سے سوا کہین اُسکو
نہ بادشاہ نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے — کہو کہ خامس آل عبا کہین اُسکو
خدا کی راہ مین شاہی و خسروی کیسی — کہو کہ رہبر راہِ خدا کہین اُسکو
خدا کا بندہ، خداوندگار بندون کا — اگر کہین نہ خداوند کیا کہین اُسکو
فروغ جوہر ایمان حسین ابن علی — کہ شمع انجمن کبریا کہین اُسکو
کفیل بخشش امت ہے بن نہین پڑتی — اگر نہ شافع روز جزا کہین اُسکو
مسیح جس سے کرے اخذ فیض جان بخشی — ستم ہے کشتۂ تیغ جفا کہین اُسکو

وہ جسکی ماتمیون پر ہے سلسبیل سبیل — شہید تشنہ لب کربلا کہین اُسکو
عدو کی سمع رضا مین جگہ نپاے وہ بات — کہ جن و انس و ملک سب بجا کہین اسکو
بہت ہے پایۂ گردِ رہ حسین بلند — بقدر فہم ہے گر کیمیا کہین اسکو
نظارہ سوز ہی یان تک ہر ایک ذرۂ خاک — کہ لوگ جوہر تیغ قضا کہین اُسکو
ہمارے درد کی یارب کہین دوا نہ ملے — اگر نہ درد کی اپنی دوا کہین اسکو
ہمارا منہ ہے کہ دین اسکے حسن صبر کی داد — مگر نبی و علی مرحبا کہین اسکو
زمام ناقہ کف اسکے مین ہے کہ اہل یقین، — پس از حسین علی پیشوا کہین اسکو
وہ ریگ تفتہ وادی پہ گام فرسا ہے — کہ طالبان خدا رہنما کہین اسکو
امام وقت کی یہ قدر ہے کہ اہل عناد — پیادہ لے چلین اور ناسزا کہین اسکو
یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دین — علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہین اسکو
یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ — برا نہ مانیے گر ہم برا کہین اسکو
علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین — کرے جو ان سے برائی بھلا کہین اسکو
نبی کا ہو نہ جسے اعتقاد کافر ہے — رکھے امام سے جو بغض کیا کہین اسکو
بھرا ہے غالب دلخستہ کے کلام مین درد — غلط نہین ہے کہ خونی نوا کہین اسکو

تلخیص و تبصرہ

بے توجہی اور طلبہ

عموماً ابتک طلبہ مین سب سے بڑا نقص بے توجہی کو قرار دیا گیا ہے، لیکن بعض محققین حال نے اس عیب کے صواب اور اس نقص کے کمال ہونے کے متعلق فتوی صادر کیا ہے، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ اپنے ایک ایڈیٹوریل مضمون مین لکھتا ہے کہ

"اس جدید نقطۂ نظر نے قدیم خیالات مین بہت کچھ ترمیم کر دی ہے، اسکے قائم ہوجانے سے بچون کی بہت سی خطائین اور خامیان، جدید روشنی مین، انکی خوبیان اور بھلائیان نظر آنے لگی ہین، چنانچہ فرنچ اسکولون مین اوقات تعلیم کی تحقیقات کے بعد پیرس اکاڈیمی آف مڈیسن، اسی قسم کے ایک نتیجہ پر پہنچی ہے، اکاڈیمی مذکور کے نزدیک اوقات تعلیم اسقدر طویل و ممتد ہوتے ہین اور قوت توجہ پر اسقدر بار پڑتا ہے کہ طلبہ مین بے توجہی پیدا ہوجانا گویا ان کے ہاتھ مین تحفظ دماغی کا ایک آلہ ہے۔"

بے توجہی کی ماہیت نفسی کی یہ تشریح کیگئی ہے،

بے توجہی دماغ کو ایک ناقابل برداشت بار سے بچالیتی ہے، طالبعلم کا جسم بظاہر مشغول کار نظر آتا ہے، لیکن اسکا ذہن سُستاتا ہوتا ہے، اس طریقہ سے طالبعلم اپنے تئین سکوت و عدم حرکت جیسی غیر فطری سزاؤن کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے، اور ٹھیک اس خصلت سے جسے اسکے اساتذہ اپنی نیک نیتی سے اُسکا سخت قصور قرار دیتے ہین،

اپنے دماغ کو آزاد رکھنے مین کامیاب رہتا ہے۔"

پیرس کے ان محققین فن نے حکم لگایا ہے کہ

"کسی فن کی بھی تعلیم ہو، شب و روز مین آٹھ گھنٹہ کی مدت اسکی انتہا ہونی چاہیئے اور ایک اہم رزولیوشن اسی مضمون کا پاس کیا ہے، جسپر فرانس مین خوب بحث ہو رہی ہے، اس جماعت کے ایک رکن، ڈاکٹر لینوسا تو اس باب مین اسقدر غلو رکھتے ہین کہ اپنے رفقا کو طلبۂ فرانس کی جان بچانے کی دعوت دیتے ہین، اور پر درد طریقہ سے کہتے ہین کہ نادان بچے ہڑتال کردینے سے معذور ہین"

اس تلخیص مین صرف پیرس ہی کے ڈاکٹر منفرد نہین، برطانیہ کے بھی بعض مشاہیر فن نے حال مین اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے، چنانچہ سر فریڈرک موٹ کئی مہینہ سے اس پر زور دے رہے ہین کہ ذہین و ہونہار بچون سے، جنکا ذہن کسی ایک موضوع پر دیر تک نہین جمتا، زاید از ضرورت محنت ہرگز نہ لینا چاہیئے، ٹائمز کا مقالہ نگار آخر مین لکھتا ہے کہ

"بچون کی خطائین عموماً ہمارے ہی طریق عمل کی خطائین اور کوتاہیان ہوتی ہین، ہمین بجائے بچون کو سزا دینے کے اپنی ان کوتاہیون کی اصلاح کرنا چاہیئے، کسی بچہ کو بے توجہی پر سزا دینا ایسا ہی ہے، جیسے اُسے اسپر سزا دیجائے کہ کتے کے کاٹنے پر وہ رویا چلایا کیون، بچے جسطرح بلا وجہ خود بخود رونے چلانے نہین، اسی طرح خواہ مخواہ اور شرارۃً بے توجہی بھی نہین کرتے، ان کا چیخ مارنا اور بے توجہی اختیار کرنا یہ دونون چیزین اس امر کی علامات ہین کہ بار اُنکے لئے ناقابل برداشت ہوگیا ہے، ہماری کوشش اس بار کے دور کرنے پر مصروف ہونا چاہیئے۔"

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

مسیحی تصوف

ڈین انگ نے، جو ایک زبردست فلسفی ہونے کے ساتھ ہی مسیحیت کے ایک مُسلّم الثبوت عالم دین بھی ہین، کچھ روز ہوئے لندن کے ایک اخبار مین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے، جسمین وہ تحریر فرماتے ہین، کہ

"اب جبکہ مادیت اور طلب دنیا نے یورپ کو مصائب عظیم کے جنجال مین گرفتار کردیا ہے اسکا امکان پیدا ہو چلا ہے کہ اگر مسیح کا پیام لوگون تک معقول صورت مین پہنچایا جائے تو لوگ اسپر کان دھرین، پیام مسیح سے مراد اس تعلیم سے ہے، جو دنیا وعقبیٰ کے متعلق انجیل کے صفحات مین ملتی ہے"

"مسیحیت کا اصلی دشمن دنیا پرستی ہے، یعنی وہ غلط تخیل جسکے نزدیک یہی مادّی ومحسوس دنیا، یہی فتنہ وفساد والی دنیا اصل حقیقت ہے، یہی "علمی" مذہب ناقابل عمل ثابت ہوچکا ہے، تمدن کی بربادی کا باعث یہی ہوا ہے، ہم مسیحیون کا عقیدہ ہے کہ اس مرض کا علاج ہمین معلوم ہے، ضرورت صرف اسکی ہے کہ اس علاج سے صحیح اور سادہ طور پر دنیائے زمانہ کو مطلع کردیا جائے"

اس دور تعلیم و روشنخیالی مین ڈین موصوف کے نزدیک، قبول مسیحیت مین سب سے بڑا سنگ راہ یہ امر ہے کہ پرانے زمانہ کے فرسودہ و متروک سائنٹفک مسائل کو خواہ مخواہ جزو مذہب بنالیا گیا ہے، اور گویا مذہب اور موجودہ سائنس کو ایک دوسرے کا حریف قرار دیدیا گیا ہے

نصف صدی اُدھر لوگ علانیہ کہتے تھے کہ یا مسیح کو مانا جاسکتا ہے اور یا ڈارون کو۔ دونون کو ایک ساتھ ماننے کا امکان نہین،

آگے چل کر ڈین موصوف لکھتے ہین:

"مین مسیحی تصوف پر بھی بہت کچھ لکھ چکا ہون، تصوف کے معنی ہر فرد کے اُس روحانی تعلق کے ہین جو اسے ذات باری سے ہوتا ہے، یہ مسائل بقدر نازک اور مقدس ہین کہ یہان مین ان پر تفصیلی گفتگو کا موقع نہین سمجھتا، صرف اتنا کہدینا چاہتا ہون کہ حقائق اشیاء کا کامل یقین علم اسی عالم مین پہنچکر انسان کو حاصل ہونا ممکن ہے، جنلوگون کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے وہ اس رتبہ تک پہنچ چکے ہین، اور اگرچہ جیسا وہ خود کہتے ہین ان کیفیات کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے نہین ہوسکتا، تاہم انکی واقعیت مین شبہہ نہین ہوسکتا۔۔۔ جو لوگ ان مدارج تک نہین پہنچے ہین اور ابھی صرف مبتدی ہین، وہ تک بھی یہ محسوس کرتے ہین کہ دعا محض انسان کی خود گفتاری کا نام نہین بعض بعض لمحے انکی زندگی مین بھی ایسے آجاتے ہین جبکہ حجاب نظرون سے ہٹ جاتا ہے

اسکے یہ معنی نہین کہ انسان اپنی عقلی آزادی سے دست بردار ہوجائے، ہر شخص آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد ہی رہنا چاہئے۔

"یہ کوئی نہین کہتا کہ علوم جدیدہ کے یقینیات سے منکر ہوکر ہم قوت عقلی کو پس پشت ڈالدین صداقت کی ہر شاخ ہمارے لئے واجب الاحترام ہے، کارخانہ فطرت کا ہر جدید انکشاف، خالق کائنات کی صنعت کا انکشاف ہے، صدق، جمال وخیر، یہ تین صفات ہین، جنمین ہمارا رب اپنے تئین ہم پر ظاہر کرتا رہتا ہے، یا بہ الفاظ سینٹ یوحنا، نور، حیات اور عشق وہ سرتاسر نور ہے، تاریکی وظلمت کا شائبہ تک نہین رکھتا۔"

ذوق علمی کی ایک قابل تقلید مثال

علم دوست اور معارف پرست قومون کا عہد ترقی عجیب وغریب واقعات کا مجموعہ ہوتا ہی، خود مسلمانون کے گذشتہ عشاق علم وفن اسلاف کے کارنامے ہم تاریخون مین پڑھتے ہین تو حیرت ہوجاتی ہے کہ ان بزرگون کی مختصر زندگیون مین یہ برکت کہان سے آگئی، امام بخاری نے اپنی تصنیف جامع صحیح ۲۵-۳۰ برس سے کم مین تمام نہین کی، علامۂ ابن جوزی کی تصنیفات کے اجزا کا اندازہ اُن کے اوراق زندگی سے بھی زیادہ ہے، امام رازی نے تفسیر کبیر دس برس مین لکھی، یہی حال دوسرے ائمۂ اکابر کا ہے،

آج یہی علمی شغف، عشق فن، اور محبت کا ریورپ کے درسگاہون اور علما کے کتبخانون مین نظر آتی ہے، انگریزی مین لغت کی سیکڑون کتابین موجود ہین، مگر ایک جدید مکمل لغت کا خیال چند علمائے انگلستان کے تخیل مین تہا، اُسکا مرکز انگلستان کا مشہور مدینۃ العلم آکسفرڈ تہا، چنانچہ اسی بناپر کہ اس لغت کو زیادہ تعلق آکسفرڈ سے تہا اسکا نام بھی اُسی تعلیم گاہ کے نام پر رکہا گیا، پہلے پہل اس سلسلہ مین ایک سوسائٹی نے کچھ کام کرنا شروع کیا تہا، لیکن اصل کام ۱۸۷۹ء مین سر جمیس مرے کے زیر ادارت شروع ہوا، سر موصوف نے جسوقت اس کام کو اپنے ہاتھون مین لیا اسوقت سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُنھون نے اس سے سر اُٹہایا، سر جمیس کی محنت شاقہ کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ گرمی، جاڑا، برسات، غرض یہ کہ ہر موسم مین چھ بجے صبح سے اُٹھکر تمام دن اسی کام مین مصروف رہتے، انگلستان مین چھ بجے اُٹھنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا ہندوستان مین

تین بجے شب کو اُٹھنا کیونکہ آفتاب بہت دیر مین طلوع ہوتا ہے، ابتدائی زمانہ مین اُنھون نے ہفتہ مین نوے گھنٹون تک کام کیا ہے، اور یہ سلسلہ تین تین مہینون تک قائم رہا ہے، مصنف کے علمی تبحر اور تلاش کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ صرف لفظ "ٹو" کی تاریخ مین اس نے دو مہینے صرف کئے، سر جمیس سمجھے تھے کہ انکی محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی مین اپنے اس عزیز ترین کارنامہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینگے، لیکن کارکنان قضا وقدر اس سے بھی زیادہ مصروفیت اور پابندی سے اپنے فرض کو انجام دیتے ہین، دیوان قضا کا فیصلہ تہا کہ اُنکی ساری زندگی یکسر تلاش وجستجو مین بسر ہو، اور اُسکی تکمیل کی عزت کسی اور فرض شناس عالم کے حصہ مین آئے، چنانچہ چھتیس سال کی شب وروز کی محنت کے بعد سر جمیس نے ۱۹۱۵ء مین انتقال کیا۔

یہ صرف ایک اہل قلم مصنف کا حال ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ ایک سچے مصنف کی کدوکاوش جدوجہد اور تلاش وجستجو کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اصل شے اوراق کی تعداد، تصنیفات کی کثرت اور کمیت نہین ہے، بلکہ صحت خیال، حسن فکر، صواب رائے، قوت استدلال، استقصائے شواہد اور کیفیت ہے، یہی سبب ہے کہ دنیا مین بہت سے ایسے مصنفین گذرے ہین جنھون نے دنیا مین اپنی تصنیفات کا انبار لگا دیا، مگر اُنکو زندگی نصیب نہین ہوئی، اور زندگی کی سعادت اس شخص کی قسمت مین آئی جسکے گرانقدر خیالات چند اوراق سے زیادہ مین نہین پھیلے، دنیا جیسے جیسے پرانی ہوتی جائیگی انکی قدر وقیمت بھی ترقی کرتی جائیگی،

بالشویک طرز حکومت

اکثر لوگ اسکو جاننا چاہتے ہین کہ بالشویک طرز حکومت کیا ہے؟ مصر کے رسالہ البیان مین اس عنوان پر ایک مضمون نکلا ہے، جسکی تلخیص حسب ذیل ہے:-

"۲۰ کروڑ روسیون پر ۶ لاکھ روسی منتخب ارکان شوری حکومت کرتے ہین، یہ ارکان آبادیون کی جانب سے منتخب ہوتے ہین، ہر گاؤن یا آبادی کی ایک مجلس ہے جسکو "سوویٹ" کہتے ہین، ہر سوویٹ اپنے اپنے حلقہ سے ممبر منتخب کرکے اس سوویٹ کانفرنس مین بھیجتا ہے جسکا انعقاد سالانہ ہوتا ہے، اس سے ایک مختصر کارکن جماعت اور ہے، جسکو "ملک کے ذمہ دار نمایندون کی مجلس" کہتے ہین یہ گویا بقیہ متمدن یورپ کی حکومتون کی مجلس وزراء کی قائم مقام ہے لیکن درحقیقت ملک کی عنان حکومت اس سے بھی ایک مختصر تر جماعت کے ہاتھ مین ہے جسکا نام "مرکزی مجلس" ہے،"

"مرکزی مجلس کے (۲۰) ممبر ہین، جنمین سے (۵) اخبار نویس، (۲) انقلاب پسند، (۲) قانون پیشہ اور (۴) مزدور پیشہ ہین، یہی مرکزی مجلس درحقیقت روس کی حکمران جماعت ہے یہی تمام ممبرون کو نامزد کرتی ہے، ذمہ دار نمایندون کو منتخب کرتی ہے آبادیون اور کارخانون مین اپنے ممبر مقرر کرتی ہے"

"کارکن مجلس وزارت (۶) وزیرون سے مرکب ہے، جنکے نام یہ ہین لینن، ٹروٹسکی، سبر دیلوف، دریکوف، دستالین، اور روتزیروبا"

مجلس وزارت کا کامل جلسہ (۱۵) وزیرون سے مرکب ہے، جنمین (۳) قانون پیشہ ہین، (۳) طبابت پیشہ (۲)، اخبار نویس (۲) انقلاب پسند (۱) معلم (۱) مزدور پیشہ اور (۱) ارستوقراطی،

یہ عجیب بات ہے کہ اس وسعت مشرب اور آزادی روش اور حریت خیال کے باوجود بالشویک آزادی تقریر و تحریر کے اصول کے قائل نہین ہین، دوسری طرف یہ سختی ہے کہ شرابی کا قتل ان کے اصول مین جائز ہے،

آزادی تقریر و تحریر پر احتساب قائم رکھنے کی ضرورت پر وہ یہ استدلال کرتے ہین کہ خیال عمل کی بنیاد ہے، خیالات کا انقلاب تقریر و تحریر کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے، جب دنیا کی تمام سلطنتین اس شخص کو واجب القتل سمجھتی ہین جو انکے مقابلہ مین تلوار لیکر کھڑا ہو تو وہ شخص قابل سزا کیون نہ ہو جو اپنی تقریر و تحریر سے ان تیغ آزما اور شمشیر زن ہستیون کو پیدا کرتا ہے،

دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ کم از کم یہ ایک اصول تو ایسا ہے جسپر بالشویک اور اُن کے سخت ترین دشمن بھی عملاً متفق و متحد ہین گو اصولاً نہون،

اس نظام حکومت کو دیکھکر اندازہ ہوسکتا ہے کہ جمہوریت کے اس سب سے بلند شور و غل کے ہنگامون مین استبداد اور شخصیت پرستی کسطرح اپنا کام کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف بالشویک طرز حکومت بلکہ فرانس کی جمہوری اور انگلستان کی شاہی دستوری، جس نظام حکومت کو بھی اٹھاکر دیکھو عملاً وہی شخصیت اور استبداد پاؤگے، پہلے یہ شخصیت استبداد و تلوار کے زور اور سپاہیون کی قوت سے قائم کیجاتی تھی اور اب پارٹی اور پارٹی فنڈ کے زور و قوت سے یہ کام انجام پاتا ہے، دنیا روپ بدلتی ہے مگر خاصیت نہین، ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے،

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

ادبیات

خضرِ راہ

از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ڈاکٹر اقبال نے مدت کے بعد امسال انجمن حمایت اسلام لاہور مین اپنی زبان کھولی، اور ایک نظم موسوم بہ "خضرِ راہ" لوگون کو پڑھکر سنائی[1]، یہ نظم ابھی چھپ کر شائع نہین ہوئی تھی کہ ہمارے لاہور کے ایک دوست غلام جیلانی صاحب نے اپنے وجد وشوق کے عالم مین اس نظم کی ہم سے تقریب کی اور ہمارے سامنے اوس ذوق واثر کی تصویر کھینچی جو اس نظم کے پڑھتے وقت متکلم اور مخاطب دونون پر طاری تھا،

شاعر نے اس نظم مین خضر کو اپنا پیر و مرشد بنا کر تمام موجودہ واقعات کے متعلق اونسے کشف حقائق کرائے ہین، پہلے خضر نے خود اپنی حیات جاوداں کی حقیقت ظاہر کی، پھر "زندگی" کیا ہے؟ اسکی تفسیر کی ہے، "سلطنت وحکومت" کیا چیز ہے؟ اور موجودہ نظامہاے حکومت کی کیا اصلیت ہے؟ اسپر بحث کی ہے، اسکے بعد "سرمایہ اور مزدور" یا بالشوزم پر گفتگو کی ہے آخر مین "دنیاے اسلام" کو مخاطب کیا ہے؟ اور پیش آمدہ واقعات کو آیندہ کامیابیون کا مقدمہ اور تمہید بتایا ہے،

[1] منشی طاہر الدین صاحب انارکلی لاہور نے اس نظم کو چھوٹی تقطیع پر خوشخط چھاپا ہے، قیمت ۸ رکھی ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ یہ چاہتے ہین کہ اس نظم کا ایک اعلیٰ اڈیشن باتصویر شائع کرین، بشرطیکہ پانچہزار درخواستین اسکے لیے اونکے پاس آئین، قیمت دو روپیہ ہوگی، شائقین کو چاہیے کہ اونکی حوصلہ افزائی کرین،

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم گو جوش بیان مین اونکی پچھلی نظمون سے کم ہے، لیکن ادبی حیثیت سے تعقید اور فارسیت مین بھی کمی ہے، اونکی شاعری کا اصلی جوہر فلسفہ اور تخئیل کی مصالحانہ آمیزش ہے اور اونکی یہ خصوصیت اس نظم مین بھی نمایان ہے،

دیکھنے والون کا بیان ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے جب یہ نظم جلسہ مین پڑھنا شروع کی، تو مجلس پر ایک سمان بندھ گیا، اکثر شعرون پر سامعین کی آنکھون مین آنسو بھر آئے، لیکن نظم کے دو مصرعون نے خود شاعر کی آنکھون کو بھی اشکبار کر دیا،

۱ ع، بیچتا ہے ہاشمی، ناموسِ دینِ مصطفےٰ

۲ ع، ہوگیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو،

ہمکو اس نظم کے جس شعر نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھا،

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم ایسی ہے کہ اسکی شرح لکھنا چاہیے،

ذیل مین ہم اس نظم کے چند منتخب اشعار اور بند نقل کرتے ہین، شائقین کو چاہیے کہ اصل نظم منگوا کر مطالعہ کرین،

اسی تقریب سے ہم ناظرین کو ایک اور خوشخبری سنانا چاہتے ہین، ڈاکٹر اقبال ملک کے ان پر شور ایام مین خاموش نہین رہے ہین، جرمنی کے ایک شاعر گوئٹے نے اپنے جس مجموعۂ اشعار کا نام "مشرقی دیوان" رکھا ہے، مغرب کا مشرق پر اب تک قرض چلا آتا تھا، ہمارا "مشرقی شاعر" اب اس قرض کے بارسے مشرق کو سبکدوش کرنا چاہتا ہے چنانچہ جیسا ڈاکٹر صاحب کے والا نامہ موسومۂ اڈیٹر معارف سے معلوم ہوا کہ اونھون نے

گوئٹے کے جواب مین فارسی اشعار کا ایک مجموعہ لکھا ہے جو عنقریب شائع ہوگا، اسکے دیباچہ مین ڈاکٹر اقبال یہ دکھائینگے کہ فارسی لٹریچر نے جرمن لٹریچر پر کیا اثر ڈالا؟ ابھی گذشتہ، شرقی کانفرنس کلکتہ مین ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے تقریبًا اسی موضوع پر ایک مضمون پڑھا تھا، امید ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا قلم اون سے زیادہ سیراب کن ہوگا

اس منثور تمہید کے ظلمات کو طے کرکے اب ناظرین خضرِ راہ کی طرف توجہ کرین،

زندگی

برتر از اندیشۂ سود و زیان ہے زندگی — ہے کبھی جان اور کبھی تسلیمِ جان ہے زندگی

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ — جاودان، پیہم دوان، ہر دم جوان ہے زندگی

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندون مین ہے — سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کن فکان، ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ — جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گران، ہے زندگی

بندگی مین گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب — اور آزادی مین بحرِ بیکران ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے — گرچہ اک مٹی کے پیکر مین نہان ہے زندگی

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب — اس زیان خانے مین تیرا امتحان ہے زندگی

خام ہے جبتک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہوجائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

ہو صداقت کے لیے جس دل مین مرنے کی تڑپ — پہلے اپنے پیکرِ خاکی مین جان پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار — اور خاکستر سے آپ اپنا جہان پیدا کرے

زندگی کی قوتِ پنہان کو کرے آشکار — تا یہ چنگاری فروغِ جاودان پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب — تا بدخشان پھر وہی لعلِ گران پیدا کرے

سوئے گردون نالۂ شبگیر کا بھیجے سفیر — رات کے تارون مین اپنے رازدان پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر مین ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر مین ہے

سلطنت

آ بتاؤن تجھ کو رمزِ آیۂ اِنَّ المُلُوک[1] — سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر — پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمران کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز — دیکھتی ہے حلقۂ گردن مین سازِ دلبری

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش مین — توڑ دیتا ہے کوئی مُوسےٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بیہمتا کو ہے — حکمران ہے اک وہی، باقی بتانِ آذری

از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن — تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا مین پائے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طبِّ مغرب مین مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الامان! — یہ بھی اک سرمایہ دارون کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ! اے نادان قفس کو آشیان سمجھا ہے تو

---

[1] معارف۔ اشارہ بآیۂ اِنَّ المُلُوکَ اِذَا دَخَلُوا قَرْیَةً کہ جب سلاطین کسی ملک مین داخل ہوتے ہین تو اوسکو بدنظام اور وہان کے معززین کو ذلیل کردیتے ہین،

دنیائے اسلام

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستان مجھ سے کچھ پنہان نہین اسلامیون کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رسوا زمانے مین کلاہِ لالہ رنگ جو سراپا ناز تھے ہین آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہین دانائے راز

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند

می ندانی اول آن بنیاد را ویران کنند

ملک ہاتھون سے گیا ملت کی آنکھین کھل گئین حق ترا چشمے عطا کر دست غافل در نگر

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست مورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

ربط و ضبطِ ملت بیضا ہے مشرق کی نجات ایشیا والے ہین اس نکتے سے اب تک بیخبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دین مین ہو ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر

ایک ہون مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خون مٹ جائیگا ترک خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

تا خلافت کی بنا دنیا مین ہو پھر استوار لا کہین سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے اے مسلمان آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ

کھول کر آنکھین مرے آئینۂ گفتار مین آنیوالے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردون کے پاس سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زمان پیشِ نظر لا یخلف المیعاد دار

اقبال

محسوساتِ جوش

جناب جوش کی اس نظم کے ایک دو اشعار پہلے شائع ہو چکے ہین اب چند اور نئے اشعار کا اس مین

اونھون نے اضافہ کیا ہے

عشق سے مست ہون مجھے ساغرِ ہوش سے غرض ترکِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض

اپنے کو دیکھتا ہو جو، اسکو نظر وہ آئین کیا برقِ جمالِ یار کو دیدۂ ہوش سے غرض

سینہ ہی گلستان ہو جب سیرِ چمن سے واسطہ غرقِ مئے خیال ہون بادہ فروش سے غرض

دل کے جو راکھ ہو چکا، شکوۂ سوز کیا کرے کشتۂ رازِ عشق کو جوش و خروش سے غرض

انکو تمیز خیر و شر آپ ہین حبِ مال و زر آپ جنون سے بے خبر آپکو ہوش سے غرض

اخبار علمیہ

دفتر ٹائمس (لندن) سے ایک مصور و مفصل کتاب اقوام عالم (پیپلس آف آل نیشنس) کے عنوان سے ۴۸ جلدون مین شائع ہونا شروع ہوئی ہے، جسمین تمام دنیا کے باشندون کے خط و خال لباس و مکان، شعائر و خصائل کو تصاویر کے ذریعہ سے بیان کیا گیا ہے، ہر حصہ کی اشاعت پندرہ روزہ ہوگی، یعنی مہینہ مین دو بار شائع ہوتا رہیگا، اس حساب سے کل کتاب دو برس مین شائع ہو چکیگی، کتاب کی تالیف و ترتیب مین ستر اہل قلم شریک ہین، جسمین بعض حضرات سر ویلنٹائن شرول، سر پرسی سائکس، سر ہیری جانسٹن، سر آرتھر کیتھ وغیرہ کے مرتبہ و شہرت کے ہین، کتاب کا تاریخی حصہ انہین حضرات کے قلم سے نکلا ہے دو حصے اسوقت تک نکل چکے ہین، ہر حصہ کی قیمت ۱ شلنگ ۳ پنس ہے۔

(ڈیلی میل)

لاسلکی تار اور ٹیلیفون کی قوت کا ایک حیرت انگیز تجربہ حال مین بمقام کنٹ، سر ڈفیلس نے یہ کیا کہ ایک لکچر کی آواز کو لاسلکی کی مدد سے بجنسہ ڈیڑھ میل کے فاصلہ تک منتقل کر دیا، نتیجہ ہر طرح کامیاب رہا، اور اسقدر فاصلہ سے سامعین لکچر کو بخوبی سنتے رہے۔ (ایضاً)

---

۴ اپریل سے "ہوائی شرقی اکسپرس" کے نام سے ایک ہوائی ٹرین کا سلسلہ لندن و دہلی کے درمیان کھل گیا ہے، راستہ کی منزلین پیرس، اسٹراسبرگ، پراگ، وائنا و بخارسٹ ہین، آخری سرے لندن اور قسطنطنیہ ہین، شرح رفتار سو میل فی گھنٹہ رکھی گئی ہے، خشکی کی معمولی ٹرین سے یہ

بحری ریل کا فاصلہ چار دن سے زاید مین طے ہوتا ہے، اس ہوائی ٹرین سے یہ فاصلہ ۴۰ گھنٹے مین طے ہو جائیگا، اور اس مدت مین خواب، طعام، وغیرہ کے کل وقفے بھی شامل ہونگے، حالت سفر مین صرف ۲۴½ گھنٹے صرف ہونگے۔ ریل کا کرایہ ابتک لندن و دہلی کے درمیان تقریباً ۹۰ پونڈ تھا، اب اس ہوائی ٹرین سے ۴۸ پونڈ ہوگا، (ایضاً)

اسی کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان کے لئے بھی ایک ہوائی ڈاک گاڑی کے قریبی اجرا کی تیاریان ہو رہی ہین، لندن سے بمبئی کا بحری راستہ معمولاً ۱۹ دن کا ہے، لیکن یہ ہوائی راستہ صرف ۵۲ گھنٹے کا ہوگا، اسکی شرح رفتار بری ڈاک گاڑیون کی شرح سے دگنی ہوگی، اسکا راستہ قاہرہ و بغداد ہو کر اس حساب سے ہوگا،

لندن تا قاہرہ	۲۲۰۰ میل	۲۲ گھنٹہ
قاہرہ تا بغداد	۹۰۰ "	۹ "
بغداد تا بمبئی	۲۱۰۰ "	۲۱ "

۱۹۲۱ء مین امریکہ کے کل مطبوعات کی تعداد ۸۳۲۹ رہی، ان مین ۵۴۳۸ جدید مطبوعات تھین، ۱۰۰۸ قدیم کتابون کے جدید ایڈیشن تھے، اور ۱۸۸۳ رسالہ یا پمفلٹ تھے، [illegible] کتابین خود امریکی مصنفین کی تھین، اور ۱۰۰۳ بیرونی ارباب قلم کی تھین،

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

ایک شانزدہ سالہ لڑکا ملک ہالینڈ سے ایک جہاز مین سوار ہو کر امریکہ جا رہا تھا، جہاز جسوقت

خلیج انگلستان سے گذر رہا تہا، ایک تیز طوفان کے باعث تہ وبالا ہونے لگا، لڑکے کو بحری سفر کا یہ پہلا اتفاق تہا، اسقدر خائف ہوا کہ سارے جسم سے لرزنے لگا، خوف ودہشت کے بڑہتے بڑہتے یہ نوبت ہوئی کہ آنکھین جاتی رہین، فرط دہشت سے نابینا ہوجانے کی یہ مثال ڈاکٹرون کے تجربہ مین نئی آئی ہے، پورٹسموتہ کے اسپتال مین علاج کیا گیا جس سے بصارت ایک حد تک عود کر آئی ہے۔

سنہ ۲۱ء مین امریکہ مین موٹرون کے حوادث سے جسقدر موتین واقع ہوئین اُن کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے، مختلف مقامات مین ان حوادث سے تعداد اموات حسب ذیل پائی گئین :-

	سنہ ۲۰ء	سنہ ۲۱ء
شہر نیویارک	۷۵۵	۸۳۳
صوبہ نیویارک	۱۵۲۹	۱۹۸۱
شکاگو	۵۴۰	۶۶۰

پارلیمنٹ کے ایک رکن مسٹر لیمبرٹ نے حال مین دار العوام مین بیان کیا کہ سنہ ۱۷ء سے لیکر اب تک، حکومت روس کے زیر احکام مختلف طبقون اور پیشون کے افراد کو تعداد ذیل مین سزاے موت مل چکی ہے :-

بڑے پادری	۲۸
خدام کلیسا	۱۲۱۵
اساتذہ ومعلمین	۶۷۷۵
اطبا، ومعالجین	۸۸۰۰

حکام وافسران	۵۴۶۵۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
افسران پولیس	۱۰۵۰۰
پولیس کے سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
علماء واہل قلم	۴۵۵۲۵۰
دستکار واہل حرفہ	۱۹۳۲۵۰
کاشتکار	۸۱۵۰۰۰
میزان	۱۶۶۶۱۱۸

اٹلی کے صوبہ ٹسکنی کے مختلف مقامات مین ریل پر چوریون کی واردات عرصہ سے ہو رہی تہین خصوصاً شکر کی بوریان، شکر کی پوری پوری بوریان بہری ہوئی غائب ہوجاتی تہین، یہانتک کہ بعض بعض شہرون مین شکر کا قحط پڑ پڑ جاتا تہا، بالآخر پولیس نے عرصۂ دراز کی تلاش وتفتیش کے بعد ایک بہت بڑی سازش کا پتہ لگایا، جسمین علاوہ دوسرے اشخاص کے پانچ اسٹیشن ماسٹر بہی ماخوذ ہوئے ہین، کل ملزمین کی تعداد ۲۲۹ ہے، جو سب کے سب زیر حراست ہین، انکی جانب سے "۷۰" وکلا کہڑے ہوئے ہین، اور گواہون کا شمار ۵۰۹ تک پہنچ چکا ہے، اتنے بڑے مجمع کی گنجائش عدالت کے کسی کمرہ مین نکلنا ناممکن تہی، چنانچہ اس مقدمہ کے لئے ایک تہیٹر گہر کو کرایہ پر لیلیا گیا ہے جسمین پانچ ہزار نشستون کی گنجائش ہے، وکلا کی تقریرین کم از کم ایک ماہ تک جاری رہین گی،

مسٹر ایوانس نامی ایک شخص نے ایک ہوائی بائسکل ایجاد کی ہے، موجد کا دعوی ہے کہ بائسکل ہر بلندی پر اڑ سکیگی، اور وزن مین ہلکی اور چلنے مین سُبک ہے، ہوا کے علاوہ خشکی پر بھی باسانی چل سکیگی، ہوا مین اُسکی شرح رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ تک ہو سکیگی،

پادری سیجر اسکاٹ لکھتے ہین کہ نکاح، طلاق، وتعدد ازدواج کے متعلق جو اعداد شایع ہوچکے ہین، اُن سے نتیجہ یہ مترتب ہوتا ہے کہ مختلف پیشہ کے افراد فرائض شوہری کی خوش اسلوبی کے ساتھ ادائی مین ایک خاص ترتیب رکھتے ہین، جیسے نقشۂ ذیل سے ظاہر کیا جا سکتا ہی، نمبر (اول) سب سے بہتر ثابت ہوئے ہین، اور نمبر (۵) سب سے بدتر:-

(۱) خدام وعہدہ داران کلیسا،

(۲) افسران فوج بری وبحری، اساتذہ ومعلمین،

(۳) تجارت پیشہ اور کاروباری اشخاص،

(۴) مصنفین واہل صحافت

(۵) اہل فنون لطیفہ،

جزائر برطانیہ مین سنہ ۱۹۲۱ مین بارش بہت ہی قلیل مقدار مین ہوئی، یعنی کل ۱۲ء۵۰ انچ، حالانکہ سنہ ۱۸۱۶ سے لیکر سنہ ۱۹۱۵ تک پوری ایک صدی کا سالانہ اوسط بارش اسکا تقریباً دوگنا یعنی ۲۴ء۷۷ تھا۔

(پاپولر سائنس)

اجرام فلکی مین کرۂ ارض سے بعید ترین فاصلہ پر ایک مجمع ثوابت ہے، جسکا اصطلاحی نام

ن، جی، سی، ۶۰۰۷ ہے، ڈاکٹر شیپلی اور مس ہیبری نے حال مین اسکا فاصلہ بقدر ۲۱۷۰۰ سال ہائے نور کے اندازہ لیا ہے! بظاہر یہ فاصلہ کچھ ایسا غیر معمولی نہین معلوم ہوتا، لیکن اُسکے بعید از حساب ہونے کا اندازہ اُسوقت ہوگا، جب سال نور کا مفہوم ذہن نشین کر لیا جائے، ایک سال نور سال بھر کی رفتار نور کے مساوی ہوتا ہے/ ۳۶۵×۲۴×۶۰×۶۰×۱۸۶۰۰۰ میل کے! اس سارے مضروب کو ۲۱۰۰۰ سے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب وہ فاصلہ ہوگا جو درمیان زمین اور مجمع ثوابت کے ہے!

(ایضاً)

سپیرے جسطرح ہندوستان مین ہین، انگلستان مین بھی سرکسون مین اپنے کرتب دکھاتے رہتے ہین، اور حاضرین اُنکے حیرت انگیز کرتبون کو دیکھ دیکھکر دنگ رہا کرتے ہین، ایک محقق نے حال مین اُسکی توجیہ یہ کی ہے کہ اول تو یہ سانپ عموماً زہریلے نہین ہوتے، دوسرے یہ کہ سپیرے پہلے انہین خوب ٹھونس ٹھونس کھلا کر اُن پر غنودگی طاری کر دیتے ہین، یا نشیلی چیزین کھلا پلا کر انہین ست وبیہوش کر دیتے ہین، دونون صورتون مین سانپ مضمحل ونیم مردہ ہوجاتا ہے، ایسی حالت مین اُسے تماشائیون کے سامنے لاتے ہین، اور اسوقت اسکی گرفت ایسے مقامات پر کرتے ہین جن سے ان کا سر بالکل قابو مین آجاتا ہے، اور اُسے جسطرف چاہین پھرا سکتے ہین، خاص ان مقامات کی شناخت ہونا، اور پھر اُنکی گرفت پر ہمیشہ قادر ہوجانا بہت دشوار امر ہے، لیکن دنیا کی تمام دشوارین کی طرح یہ دشواری بھی کثرت مشق سے آسان ہوجاتی ہے۔

یکسالہ بچہ کے سر کی پیمائش	۱۶ انچ سے ۱۸ انچ	تک ہوتی ہے
عام انسانون " "	۲۱½ " ۲۲ "	"

ممتاز عالی دماغ اشخاص کے سر کی پیمائش ۲۴ انچ سے ۲۲ ۳/۴ انچ تک ہوتی ہے

احمقون " " ۱۸ " کم رہتی ہے،

بیرن زسٹن، اسوقت روس کا ایک نامور ماہر سائنس اور ٹالسٹاے کا چچازاد بھائی ہے، اس نے حال مین ایک اخبار کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ فضا مین قوت کے ذرات ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہین، انسان کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ ان ذرات کو اپنے اندر جذب کرتا رہے، اسکا خاص ذریعہ انسان کے بال ہوتے ہین، چنانچہ دنیا کے مشاہیر، ٹالسٹاے، برنرڈ شا وغیرہ اپنے بالون کے ذریعہ سے ان ذخائر قوت کو اپنے مین جذب کرتے رہتے ہین، اس عمل کے لئے بالون کا طویل ہونا ضروری نہین، تعداد مین زاید ہونا البتہ ضروری ہے -

---

افریقہ کا شمالی شرقی علاقہ جو ملک حبش سے موسوم ہے، اسکے شمال مین مصر ہے اور شرق مین بحر احمر، حال مین ایک محقق آثریات پروفیسر جارج ریسنر جو مصری سوڈان مین اثری تحقیق و تفتیش کا کام کر رہے تھے، انہین جبل برخال کے مقام مین صحرا کے درمیان، چھوٹے مخروطی مینارون کی ایک تعداد دکھائی دی، انھون نے جا کر ان مقابر کو کھولا، تو ۶۶۰ سنہ ق، م سے لیکر ۲۵۰ سنہ ق، م تک چار سو برس کی مدت کے حبش کے سلاطین، بیگمات اور شہزادیون کے مقابر ثابت ہوئے، کتبات قبور سے معلوم ہوا کہ یہ گویا ایک پورے تمدن کا گورستان ہے، یہ بھی دریافت ہوا کہ مقام کا نام نباتہ ہے جو ایک حبشی مملکت سبا کا دار السلطنت تھا، یہ وہی ملک سبا ہے، جسکا اور جسکی ملکہ بلقیس کا ذکر توراۃ، اور قدیم لٹریچر مین بہ کثرت آتا ہے، اس گورستان مین ان سلاطین کی بھی قبور برآمد ہوئی ہین، جنکا عہد حکومت حضرت سلیمان سے دو سو سال قبل تھا، علماے اثریات

اس نتیجہ پر بھی پہنچے ہین کہ ملکہ بلقیس، باوجود حسن و جمال، رعنائی و نزاکت رنگ کے لحاظ سے سرخ و سفید نہ تھی بلکہ سیہ فام تھی -

(ایضاً)

محقق اثریات کو ایشیاے کوچک مین نواح کوپیانا ایک مین ایک شہر جو برنس کے نام سے موسوم ہے، حال مین دریافت ہوا ہے، اسے بابل قدیم کے کنڈرون مین شمار کرنا چاہیئے، اور جو سنہ مسیحی سے دو ہزار سال قبل موجود تھا، اس شہر پر مردون اور عورتون کی مشترک حکومت رہتی تھی

(ایضاً)

باب التقريظ والانتقاد

مشرق وسطیٰ کے سیاسی حالات
پر
ایک نظر

جناب ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کا نام اس حیثیت سے محتاج تعارف نہین کہ قیام کابل کے سلسلہ سے ان کا ذکر اخبارات مین اکثر آچکا ہے، وہ امیر عبد الرحمن کے زمانہ مین کابل گئے تھے، اور اوسوقت سے اپنی قید کے پہلے تک حکومت افغانستان مین متعدد اعلیٰ عہدون پر سرافراز رہے، وہ کابل کے محکمہ حفظان صحت مین اعلیٰ طبی افسر رہے، امیر عبد الرحمن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے پرائیوٹ انگلش سکریٹری مقرر ہوئے، محکمہ تعلیمات افغانستان مین ڈائرکٹر بھی وہ رہ چکے ہین، قید سے رہائی پانے کے بعد امیر امان اللہ خان کے زمانہ مین وہ شاہی کونسل اور مجلس واضعان قانون کے ممبر کی حیثیت سے بھی کام کرچکے ہین، پھر اسی زمانہ مین بالشویک مشن جب کابل آیا تو اسکے ساتھ بھی ملکر انھون نے سرکاری حیثیت سے کام کیا ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ مین ڈاکٹر صاحب غالباً آزادی و دستوریت وغیرہ کے جرم مین گرفتار کرکے قید کئے گئے، اور اوسوقت تک قید رہے جبتک امیر مرحوم کا مرغ روح قفس عنصری مین محبوس رہا، امیر حال نے اپنی تخت نشینی کے بعد انکو آزاد کیا اور اپنے اسٹاف مین داخل کیا، ڈاکٹر صاحب مدت کی غریب الوطنی اور مسافرت کے بعد اب اپنے وطن مین واپس آئے ہین لیکن

ل۵ کتاب انگریزی زبان مین ہے، قیمت عہ، پتہ عزیز منزل، نولکھا، لاہور،

اتنے دن کے بعد وطن آتے اور اہل وطن کے لئے اپنے ساتھ کوئی تحفہ نہ لاتے،

دشت سے جاتا ہون گھر کو کچھ تو تحفہ چاہیئے
خاک تھوڑی سی گرہ مین باندھ لون چھانی ہوئی

ہمارے ڈاکٹر صاحب وہ "چھانی ہوئی خاک" باندھکر اپنے ساتھ اہل وطن کے لئے تحفہ لائے ہین، یعنی انگریزی زبان مین A review of the Political situation in Central Asia کے نام سے اپنے تجربات و معلومات کا ایک مجموعہ مرتب کرکے شایع کیا ہے جو اوسوقت ہمارے سامنے ہے،

ڈاکٹر صاحب سے زیادہ واقفکار ہمارے ملک مین افغانستان کے معاملات کا کون ہوسکتا ہے، وہ درحقیقت ہندوستان مین افغانستان کے موضوع پر سند (اتھارٹی) ہین، اسلئے انکی یہ کتاب استناد و صحت کے لحاظ سے قابل قدر سرچشمہ ہے، کتاب مین جابجا امرا و عہدہ داران افغانستان کے نہایت عمدہ فوٹو ہین،

یہ کتاب ایک دیباچہ، بارہ بابون اور دو ضمیمون پر منقسم ہے،

(۱) افغانستان الف، عام حالت،
(۲) " ب امیر عبد الرحمن خان
(۳) " ج امیر حبیب اللہ خان
(۴) " د امیر امان اللہ خان
(۵) روسیون کی وسط ایشیا مین پیشقدمی
(۶) بالشوزم کی ابتداء
(۷) بالشوزم کی خصوصیت دائین،
(۸) بالشوزم پر تنقید و تبصرہ،

(۹) ایضاً

(۱۰) ہندوستان اور دنیا کی کشمکش عام

(۱۱) روس و افغانستان کا امکانی مستقبل،

(۱۲) ہمکو کیا کرنا چاہیئے

ضمیمہ نمبر۱، امیر امان اللہ خان کے جنگی کے متعلق نئے احکامات

ضمیمہ نمبر۲، مرثیہ،

ڈاکٹر صاحب نے واقعات کی کڑی ملانے کیلئے اپنا سلسلہ بیان امیر عبدالرحمن خان سے شروع کیا ہے، اور یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کسطرح افغانستان بام عروج و ترقی پر پہنچنے کے لئے تدریجاً اسکی سیڑھیون کو طے کر رہا ہے، اور اگر موجودہ رفتار قائم رہی اور ملک دشمنون کی نگاہ حسد سے محفوظ رہا تو انشاء اللہ بہت جلد ایک مہذب و متمدن، آزاد و مضبوط اسلامی حکومت ثابت ہوگا۔

ہر ملک کی ترقی کا اولین زینہ اس ملک کے خطون، صوبون، قومون اور قبیلون کا ارتباط، اتفاق اور اتحاد ہے، اگر ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہو یا قوم متعدد ٹولیون مین بٹی ہوئی ہو، اور ہر خطہ اور ہر قبیلہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو، تو وہ قوم کبھی ترقی نہین کر سکتی اور ہلاکت اور تباہی اسکے لئے لازمی ہے، امیر عبدالرحمن خان کی دوربین و حقیقت شناس نظرون نے اسے دیکھا اور انھون نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسکے لئے صرف کیا، اور جسوقت ان کا انتقال ہوا، تمام افغانستان ایک متحدہ ملک تہا، اور تمام قبائل ایک مستقل قوم، اور در اصل یہی وہ سنگ بنیاد ہے جسپر افغانی قوم اور افغانی قومیت کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے اور اس بات کی سعی ہو رہی ہے کہ تمام پشتو بولنے والے ایک ہی قومیت کے شیرازہ مین باندھ لئے جائین، اس خیال نے بہت ترقی کر لی ہے، اور ابھی اسکے مستحکم ہونے کی کافی وجوہ ہین، اس مقصد کو حاصل

کرنے کے لئے امیر عبدالرحمن خان نے یہ پالیسی اختیار کی تھی، کہ جب کبھی کوئی صوبہ انکے قبضہ مین آتا تو وہان کے باشندون کی ایک جماعت کو دوسرے صوبون مین منتقل کر دیتے، اور دوسرے صوبون کے آدمی وہان آباد ہوتے، اسطرح پراونشلیزم کا تخیل بھی پیدا نہ ہونے پایا، اور تمام افغانستان متحد ہو کر ایک قوم و ایک ملک ہو گیا،

قومی فلاح و بہبود کے لئے تعلیم اشد ضروری چیز ہے، اور افغانستان مین اسکی سخت کمی تھی چونکہ یہان کی زندگی کا تمامتر مدار خانہ جنگیون، غارتگریون، اور قزاقیون پر تھا، اسلئے والدین کتابی تعلیم کے بجائے جنگی تعلیم دیتے تھے اور مکتب کی جگہ میدان جنگ مین جانا ہوتا تھا وہان اگر تعلیم تھی تو صرف اسقدر، کہ چند ملا مسجدون مین مذہبی تعلیم دیتے تھے، حالانکہ زمانہ کے دوش بدوش قائم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے تمام علوم و فنون، تمام ایجادات، مصنوعات اور دیگر ضروریات سے ایک قوم کما حقہ واقفیت رکھے، اور یہان یہ حال تھا کہ دفتری کامون کے لئے جو نوجوان تیار کئے جاتے تھے، ان کے پاس بھی موجودہ زمانہ کے موافق کتابین نہ تہین، اسکو عبدالرحمن خان نے جنکو موجودہ افغانی حکومت کا حقیقی بانی کہنا چاہیئے محسوس کیا اور سب سے پہلے ایک دفتر ترجمہ و تالیف قائم کیا لیکن افسوس کہ وہ زیادہ زمانہ تک قائم نہ رہ سکا، اور شاید انکی ترجمہ و مولفہ کتابون کے چھپنے کی بھی کبھی نوبت نہین آئی، صنعتی تعلیم کے لئے امیر مرحوم نے ایک کارخانہ اسلحہ سازی قائم کیا تہا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ چمڑے اور شیشہ کی فیکٹری کی بھی بنا ڈالی تھی،

امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد مرحوم کے ناتمام کام کے تکمیل کی طرف توجہ کی، اور ڈاکٹر صاحب اور آپ کے برادر اکبر سے خواہش کی کہ وہ موجودہ جدید طرز کی تعلیم کا انتظام کرین، ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان سے تقریباً ایک درجن اساتذہ بلائے، اور تین سو لڑکون کے ساتھ

ایک کالج قائم کیا جسکا نام امیر وقت کے نام پر حبیبیہ کالج رکہا گیا، اسکے بعد سنہ۱۸۹۳ء مین ڈاکٹر صاحب رخصت پر لاہور آئے، اور یہان انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج مین پرنسپل ہوگئے، اس اثنار مین وہان کا انتظام بہت خراب ہوگیا، یہ حال دیکھکر امیر موصوف نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھکر واپس کابل بلالیا، وہان تین سو لڑکون مین صرف پچاس رہ گئے تھے اور موجودہ طرز تعلیم کو عام لوگ کفر سمجھتے تھے، بہرحال ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہمت وجرأت سے کام لیکر ایک اسکیم مرتب کرکے پیش کی وہ منظور ہوگئی، اور کام فوراً شروع کردیا گیا، تقریباً پانچ ہزار لایق تعلیم لڑکے جمع کئے گئے، اور مسجدون مین پہلے کی طرح اُن کا سلسلہ تعلیم جاری رکہا گیا، البتہ یہ کیا گیا کہ جو مدرسین پہلے پڑہاتے تھے انکی تنخواہون مین نصف کا اضافہ کردیا گیا، حبیبیہ کالج مین پھر ۴۰۰ طلبہ آگئے، اور تعلیم باقاعدہ شروع ہوگئی، مدارس کی دیکھہ بہال اور انکی نگرانی وہدایت کے لئے انسپکٹر مقرر کئے گئے، اور کام نہایت خوش اسلوبی سے چلنے لگا،

ڈاکٹر صاحب موصوف نے سررشتۂ تالیف وترجمہ کو بھی ازسرنو مرتب کیا، اور اساتذہ کی تعلیم کے لے بھی ٹرینِنگ اسکول قائم کئے، اسکے بعد عام تعلیم کی ترویج کا خیال پیدا ہوا اور امیر صاحب نے کچھ لیت ولعل کے بعد اسکی اجازت دیدی کہ کابل کی طرح دوسرے تیرہ شہرون مین بھی مدارس عالیہ قائم کئے جائین۔

امیر حبیب اللہ خان اپنے والد کے زمانہ مین اسلحہ سازی کے کارخانہ کے نگران تھے اور اس سے انکو خاص دلچسپی تھی، چنانچہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد اُنھون نے اسکی طرف کافی توجہ مبذول کی، اور اُن کے عہد حکومت مین سب سے زیادہ اسی محکمہ نے ترقی کی، اسی سلسلہ مین اُنھون نے ایک ترکی افسر کی نگرانی مین ایک مدرسہ حربیہ قائم کیا، اُسکے تعلیم یافتہ افسر فوج کے انتظام وتربیت مین بہت کچھ کارآمد ومفید ثابت ہوئے ہین،۔

تعلیمی محکمہ کی اس روزافزون ترقی نے بہت سے حکام کے دلون مین حسد کی آگ مشتعل کردی، اور جب ڈاکٹر صاحب نے موجودہ منزل سے گذر کر ایک یونیورسٹی کی اسکیم پیش کی، تو ان لوگون نے امیر صاحب کو یہ کہکر بدظن کردیا کہ وہ دستوری حکومت قائم کرکے خود اسکے صدر بننا چاہتے ہین، شاہی حکومت مین اسکے جو نتائج ہوتے ہین، وہ اظہر من الشمس ہین، ڈاکٹر صاحب اور آپ کے ...وبھائی اسکول کے ہڈماسٹر اور تقریباً ۷۰ آدمی نظربند کردیئے گئے، اور امیر امان اللہ خان کے زمانہ ...ک مقید رہے، اور عجیب معجزانہ ترکیب سے زندہ بچکر آزاد ہوئے، ڈاکٹر صاحب اور اُنکے رفقار ...کی نظربندی کے بعد تمام تعلیمی شیرازہ بکھر گیا، اور ہر چیز رو بہ زوال نظر آنے لگی اور آخر مین سیکڑون ...دارس مین صرف آٹھہ زندہ رہ سکے،

امیر موصوف نے عام لوگون کی واقفیت اور صحیح خبرون کے حصول کے لئے ڈاکٹر صاحب سے ...ک اخبار نکالنے کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب نے اسکا ایک نمونہ پیش کیا اور وہ منظور بھی ہوگیا، ...لیکن اسکے عالم وجود مین آنے سے پہلے ہی ڈاکٹر صاحب عالم عمل سے علیحدہ کردئے گئے، بعد مین ...یر مرحوم نے سردار محمود بیگ طرزی سے اسکی خواہش کی، وہ اس قسم کے موقع کی تلاش ہی مین تھے، ...ور اُنھون نے سراج الاخبار نکالنا شروع کیا،

واقعات کا یہ سلسلہ تھا کہ سنہ۱۹۱۹ء مین امیر حبیب اللہ خان شہید کردیئے گئے، اور چند خانگی ...اختلافات کے بعد امیر امان اللہ خان امیر ہوئے، اس زندہ دل وبیدار مغز فرمانروا نے فوراً ہی تعلیم ...کی طرف توجہ کی اور سردار محمد سلیمان خان کو وزیر معارف کرکے یہ کام انکے سپرد کردیا، سردار صاحب ...موصوف ہمہ تن تعلیم کی ترویج وعمومیت مین کوشان ہین، اور امید ہے کہ افغانستان تعلیمی حیثیت سے ...بہت جلد معتدبہ ترقی کریگا۔

حکومتون کی بنا وحیات کے لئے مالی حالت کی درستگی بہا ضروری ہے جسوقت امیر عبدالرحمٰن خان

تخت کابل پر بیٹھے تو خزانہ بالکل خالی تہا، حکومت دیوالیہ ہو رہی تھی، اور سیکڑون کشمکشون کا سامنا تہا، وہ جانتے تھے کہ جبتک حکومت کی مالی حالت درست ہنو جائے کوئی کام نہین ہو سکتا، اور اُسکی اصلاح کے لئے ذرائع کی طرف توجہ ضروری تھی، اور انھون نے اس جانب توجہ کی،

حکومت افغانستان کے ذرائع آمدنی صرف دو تھے، یعنی لگان اور جنگی، لگان کی آمدنی تقریباً ......۳ ملین، اور جنگی کی ...... ۵ ملین کابلی روپئے تھی، چونکہ لگان زر اور جنس دونون شکلون مین وصول ہوتا تہا، اور جنگی قیمت کے مطابق گہٹتی اور بڑہتی رہتی تھی، اسلئے پورا اور صحیح اندازہ نہین کیا جاسکتا، البتہ یہ صحیح ہے کہ سالانہ آمدنی ۳۰ اور ۴۰ ملین کے درمیان مین ہی، امیر عبد الرحمن نے ایک طرف تو موجودہ لگانون مین اضافہ کردیا، اور دوسری طرف نئے محصول بڑہا دیئے، اور ارادہ کرلیا کہ جس صورت سے بھی ممکن ہوگا سالانہ ایک کرور ضرور بچایا جائیگا لیکن یہ امید کبھی بھی بر نہ آئی تاہم اُنکے مرنے کے وقت خزانہ مین ۷ ملین کابلی روپئے اور ۳۰ ملین کا سونا، نوٹ قیمتی پتھر اور جواہرات موجود تھے۔

مالی حیثیت سے امیر حبیب اللہ خان کا دور حکومت تاریک ہے، نہ صرف یہ کہ انھون نے اپنے والد مرحوم کے جمع کردہ خزانہ مین ایک پائی کا بھی اضافہ نہین کیا، بلکہ اسکو اسقدر بے دردی سے صرف کیا کہ انکی موت کے وقت خزانہ مین چند ملینون سے زیادہ نہ تہا، امیر امان اللہ خان نے مالی حالت کی بحالی کے لئے شروع سے کوشش شروع کی اور اسمین نہ صرف شاہی خزانہ کی حالت درست کرنے کی کوشش تھی بلکہ اُسکے دوش بدوش یہ خیال بھی تہا کہ رعایا آسودہ حال رہے، کیونکہ حکومت کی امارت وغربت، رعایا کی دولت وافلاس پر موقوف ہے، رعایا کی آسانی کے لئے اس نے ان تمام سامانون پر جو ضروریات زندگی مین داخل ہین، برائے نام جنگی رکھی اور اسباب عیش پر بہت کچھ بڑہا دیا تاکہ لوگ سادگی پسند رہین، اور فضول خرچ نہ ہوجائین، رہا سلطنت کی آمدنی کے اضافہ

کے لئے اس نے دونون ذرائع مین کافی اصلاحات کین، اسوقت تک افغانستان کی پیمائش ہی ہوئی تھی، اور نہ لگان ہی مقرر ہوا تہا، اور اس قسم کی تمام آمدنی صرف تحصیلدارون کے رحم پر موقوف تھی، جو حکومت سے زیادہ ذاتی منفعت کا خیال رکھتے تھے، امیر امان اللہ خان ان تمام خامیون سے واقف تہا، اُس نے سب سے پہلے ضلع کابل پر اُسکا تجربہ کیا، اور غلہ کی جگہ بھی روپیہ لینے کا حکم دیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ سال سے ایک لاکہ زیادہ آمدنی ہوئی اور رعایا کے ذمہ بھی کچھ باقی نرہا،

تجارت کے متعلق بھی بہت کچھ سہولتین مہیا کرکے درآمد و برآمد مین بہت کچھ اضافہ کردیا، اور شاہی ذرائع رسل و رسائل کے لاتعداد جانورون مین کمی کرکے اور دوسری اصلاحات کے ذریعہ بھی شاہی اخراجات مین معتدبہ کمی کیگئی ہے، اور ہمکو امید کامل ہے کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو مالیات مین بہت جلد اچھا پوزیشن حاصل کرلیگا۔

اس سلسلہ مین اگر ہم دو تین باتین واقفیت عامہ کے لئے لکہدین تو شاید خالی از دلچسپی نہونگی، مثلاً آجتک افغانستان کی آبادی کی صحیح تعداد نہ معلوم ہوسکی تھی، اب ڈاکٹر صاحب نے نہایت وثوق کے ساتھ اسے ہمارے سامنے رکھدیا ہے، ان کا قول ہے کہ یہان کی آبادی پندرہ ملین سے کسی طرح کم نہین ہے، اسی طرح آجتک یہ سئلہ بھی زیر بحث ہے کہ افغانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہین، بعض اُنکو قبطی کہتے ہین، بعض یہودی، بعض جارجین، بعض مُغل اور بعض ارمنی لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ اُنکی صورتون کی بناوٹ اور حب زر کو دیکھتے ہوئے یہودی النسل کہنا زیادہ مناسب ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے اب تک مختلف اسباب بتائے جاتے ہین اور انکی مختلف تاویلین کیجاتی ہین، لیکن ڈاکٹر صاحب نے مفصل اور مسلسل واقعات لکھکر اس پردہ کو بھی اُٹھا دیا ہے،

واقعہ یہ ہے کہ امیر مرحوم ابتداء سے مغربیت کے دلدادہ تھے، چنانچہ مشہور ہے کہ امیر عبدالرحمن خان مرحوم نے
انکی افتاد طبع کو دیکھکر کہا تھا کہ ان کا افغانون کے ہاتھون سے شہید ہونا کوئی بعید از قیاس شے نہین ہے
ڈاکٹر صاحب نے اُنکے قتل کے آٹھ محرکات بتائے ہین:-

(۱) وہ اپنے لباس، وضع وقطع، طرز معاشرت غرضکہ ہر ہر ادا مین یورپین ہوگئے تھے اور لوگون کو
اس سے سخت نفرت تھی،

(۲) انکے درباری اصول کی وجہ سے اکثر شرفا ور روسا دجوان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، ہٹا
دیئے گئے، اور ایشیائی نقطۂ نظر سے امیر کا یہ فعل بہت مذموم سمجھا جاتا تھا،

(۳) بہت غصہ ور اور زود رنج تھے اور معمولی معمولی غلطیون پر آپے سے باہر ہوجاتے تھے،

(۴) وہ اپنے پیش رو امیرون کی طرح خود مقدمات کی سماعت نہ کرتے تھے اور لوگ انکو مغرور سمجھتے تھے

(۵) حکومت کے کامون کی طرف عدم توجہی تھی جسکی وجہ سے رعایا بہت پریشان حال ہورہی تھی،

(۶) ترکی جرمن وفد کی ناکامیابی، جو بہ الفاظ دیگر سلطان کے احکام کی صاف نافرمانی تھی،
اور لوگون کا خیال تھا کہ ترکون کو صرف امیر حبیب اللہ خان کی وجہ سے شکست ہوئی کیونکہ ترکون کے
مقابلہ مین جو فوجین استعمال کی گئین وہ تمام تر ہندوستانی فوجین تھین، اور اگر امیر اسوقت ہندوستان پر حملہ
کردیتے تو انگریزون کو مجبوراً ترکی محاذ سے فوجین ہٹاکر سرحد پر لانی پڑتین اور خلیفہ کو شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

(۷) یورپین ملازمون کی طرف خاص نظر عنایت رکھنی،

(۸) حرمون کے لباسون اور دیگر سامان عیش پر فضول خرچی،

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب بالشوزم کی ابتدا، اسکی تاریخ، افغانستان اور وسط ایشیا سے اسکا تعلق،
اور ہندوستان مین اسکے اثر پر کئی باب لکھے ہین، جو معلومات کے لحاظ سے نہایت وسیع، اہم،
اور دلچسپ ہین، ہمارے ناظرین مین جو صاحب انگریزی جانتے ہون وہ ضرور اسکو ملاحظہ فرمائین۔

مطبوعات جدیدہ

جانورستان، شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم جنکی اردو انشا پردازی نے تمام ملک سے
خراج تحسین وصول کرلیا تھا، اور جنکے قلم کی مخلوقات ہماری دنیاے ادب کی زندۂ جاوید یادگارین ہین،
اکثر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرحوم کو آخر زمانہ مین کثرت مطالعہ، اور شدت فکر اور انتہاے انہماک علمی کے
باعث جنون ہوگیا تھا، لیکن اس عالم جنون مین اُن کا خامۂ فکر اپنی صنعت کاری اور نقشبندی سے
باز نہین آتا تھا، اس عالم مین اُن کے دماغ و قلم نے جو کچھ لکھا ہے اسکا ایک نمونہ سپاک نامہ چھپکر
شائع ہوچکا ہے، جو پارسی مذہب کے الٰہیات کا غیر مربوط فلسفہ ہے، اب مرحوم کے پوتے آغا محمد طاہر
نے اسی عالم کا ایک دوسرا نمونہ چھاپکر شائع کیا ہے، اسکا نام **جانورستان** ہے، آزاد مرحوم
کی بولی گو وہ ہوش وخرد سے دُور ہو تاہم اگر اسکا ایک فقرہ بھی ٹھکانے پر آگیا ہے تو شائقان ادب کی
تسلی کے لئے کافی ہے، مرحوم نے اسکول کی درسی کتابون کے لئے جانورون کے اسی قسم کے حالات اور قصے
اپنی میٹھی زبان مین بچون کے لئے لکھے تھے، وہ تو ہوش کا عالم تھا، یہ اُسی کا نقش ثانی ہے مگر عالم
جنون کا آفریدہ، کہین فقرے مربوط ہین، کہین بے ربط، کہین انسانون کی بولی ہے، اور کہین
فرشتگان الٰہی کے حکم کی تعمیل ہے، مرحوم کے خیالات پر پارسی مذہب کے الٰہیات کا بڑا اثر تھا،
اُسکا نتیجہ ہے کہ اس عالم مین بھی وہی خیالات نقش باندھتے ہین، اس تصنیف مین آزاد مرحوم نے
ایک ایک جانور کو لیکر الفاظ مین اسکی تصویر کھینچی ہے، کہین قلم ٹھیک چلا ہے تو تصویر اپنی قدرتی بہار
دیتی ہے، اور کہین بہک گیا ہے تو وہ بھی ایک عالم رکھتا ہے، بہرحال قدردانان آزاد کے کتبخانہ مین
اس یادگار کا رہنا ضروری ہے، قیمت ۱ر، صفحات ۷۲، تقطیع خورد، پتہ: آزاد بکڈپو اکبری منڈی لاہور۔

حشمت النساء، ہماری زنانہ تعلیم کے ان بہترین نتائج مین جن سے ہماری بڑی توقعات قائم تہین ایک جناب طیبہ بیگم بلگرامیہ (بنت نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی) کا وجود تہا، انھون نے ایسے باپ کے آغوش مین تعلیم پائی تھی جو مشرق و مغرب کا سنگم تہا، لیکن افسوس کہ مرحومہ نے گذشتہ سال ۲-جون ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا، مجلس خواتین اسلام (مسلم لیڈیز کانفرنس) کے اجلاس کلکتہ کی صدارت کے لئے بھی اُن کا انتخاب ہوچکا تہا،

مرحومہ کے شوہر خدیو جنگ اور ان کے صاحبزادہ مرزا علی یار خان صاحب نے مرحومہ کی حیات ثانیہ کے لئے یہ مناسب سمجہا ہے کہ انکے قلم کی یادگارون کو حلیۂ طبع سے آراستہ کردین، اس سلسلہ مین مرحومہ کی پہلی تصنیف حشمت النسا، کو شایع کیا ہے، یہ بڑی تقطیع کے ۱۶۵ صفحون کا افسانہ ہے، جسمین حشمت النسا بیگم کا ایک دلچسپ قصہ لکہا گیا ہے، افسانہ نگاری کے اصول کی پوری پیروی کیگئی ہے، زبان دوسری زنانہ تصنیفات کی طرح مصنوعی مردانہ نہین، بالکل ٹہیک عورتون کے بول چال مین ہے، حشمت، قصہ کی ہیروئن کے حالات آغاز سے اختتام تک اُس اعلیٰ تصور کے مطابق لکھے گئے ہین، جسطرح ایک مسلمان خاتون کو ہونا چاہیئے، تعلیم، شادی بیاہ اور رسوم کی اصلاح کی اس ذریعہ سے کوشش کیگئی ہے، قیمت ع۸ سکہ عثمانیہ، ۱۲؍ سکہ انگریزی، پتہ: علی منزل کوہ نور، خیرت آباد، حیدرآباد دکن،

زچہ اور بچہ: ڈاکٹر رونہ ینگ نے زچہ کی حفاظت اور خبرگیری کے اصول اور بچون کی پرورش کے متعلق ضروری ہدایات اس رسالہ مین جمع کئے ہین، سید اظہر علی صاحب ایم، اے منشی فاضل نے اسکا اردو مین ترجمہ کیا ہے، اور انجمن بہبودی مادران و بچگان بناکردہ لیڈی چیمسفورڈ دہلی نے چہپواکر اسکو شایع کیا ہے، ترجمہ عمدہ، رسالہ پُر معلومات، لکہائی چہپائی عمدہ، صفحات ۹۸، چہوٹی تقطیع، قیمت ۱۲؍، غالباً انجمن مذکور کے دفتر سے ملیگا،

مجلد نہم	ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۲ء	عدد ششم

مضامین